حاصل

(جلد اول)

از

عمیرہ احمد

* Haasil *

Written by Umaira Ahmed

Scanned by: Asoo (Dubai)

Composed by:

Aaila, Faisal Mirza, Hope, Khuloos, Me_Hilarious, Sumara, TeamUrdu, Umed, Yazghil

Managed by: Aamir Jahan

Compiled, Proofread and PDF by: TeamUrdu & Friends

Presented by: OneUrdu

اردو پسندوں کو آداب اور خوش آمدید

ہمارا مشن دو ہزار دس **(2010)** تک ایک ہزار ایک **(1,001)** مفت اردو ناول آن لائن کرنے کا ہے۔ آپ اردو سے محبت کے اس مقدس مشن میں ہمارے ساتھ تعاون کر سکتے ہیں۔﴿1﴾ آئندہ ناول کے چند صفحات کی کمپوزنگ کر کے ﴿2﴾ یہ ناول اپنے پچاس **(50)** دوستوں کو ای میل کر کے۔﴿2﴾ مزید تفصیلات کے لیے ابھی وزٹ کیجیے۔

wwww.1001Fun.com

Respected Urdu Lover,

Greetings and Welcome,

Our mission is to upload 1,001 Free Urdu Novels by 2010. You can help us by

(1) Composing some pages of the upcoming Novels

(2) Emailing this Novel to your 50 friends.

For more details please visit now:

www.1001Fun.com

ناول کا آغاز

ایکسکیوزمی سسٹر! روش پر دھیمے قدموں کے ساتھ چلتی ہوئی وہ گروپ میں سب سے پیچھے تھی، جب اس نے بنچ پر بیٹھے ہوئے اس لڑکے کو اچانک اٹھ کر سسٹر الزبتھ کی طرف بڑھتے اور انہیں روکتے دیکھا تھا۔

مجھے آپ سے بات کرنی ہے، میں عیسائی ہونا چاہتا ہوں اس کے لیے مجھے کیا کرنا ہوگا۔

بھیگے لہجے میں کہے گئے اس بلند جملے نے پورے گروپ کو رک جانے پر مجبور کر دیا تھا۔ وہ بھی باقی سب کی طرح اس کا چہرہ دیکھنے لگی تھی۔

وہ سفید شرٹ اور سیاہ جینز میں ملبوس سترہ اٹھارہ سال کا ایک دراز قد لڑکا تھا، اس کے سیاہ چمکیلے بال بے ترتیب تھے۔ شاید اس نے دو تین دن سے شیو بھی نہیں کی تھی۔ اس کی آنکھیں سرخ

اور سوجی ہوئی تھیں، پلکیں ابھی تک بھیگی ہوئی تھیں شاید وہ بنچ پر کچھ دیر پہلے تک بیٹھا رو رہا تھا۔ اس کی صاف رنگت کی وجہ سے آنکھوں کے گرد پڑے ہوئے حلقے بہت نمایاں نظر آ رہے تھے۔

اس نے چند لمحوں میں ہی اس کے پورے سراپا کا جائزہ لے لیا تھا۔

یورنیم؟ سسٹر الزبتھ نے کچھ حیرانی سے اس سے پوچھا تھا۔

محمد جاوید اس کے جواب پر ایک لمحے کے لیے اس کا سانس رک گیا تھا۔

سسٹر الزبتھ نے بے اختیار مڑ کر اس کو دیکھا تھا۔ چند سیکنڈ کے لیے دونوں کی نظریں ملی تھیں۔ میں اس کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتی۔ انہوں نے اس سے کہا تھا۔

اس کے لیے مجھے کہاں جانا چاہیے۔ اس نوجوان کے

چہرے کے اضطراب میں اضافہ ہو گیا تھا۔ سسٹر الزبتھ نے ایک نظر اس کی طرف دیکھا تھا اور پھر چند قدم آگے بڑھ کر اس نوجوان کو ایک طرف لے گئی تھیں، کچھ دیر وہ دونوں وہاں باتیں کرتے رہے تھے پھر اس نوجوان نے اپنا والٹ نکال کر سسٹر کو ایک پین اور کارڈ دیا تھا۔ سسٹر نے کارڈ کی پشت پر کچھ لکھ کر اسے پکڑا دیا تھا۔ وہ کسی ڈمی کی طرح سب کچھ دیکھتی رہی تھیں۔

اسے کیا چاہیے ہو گا جس کی طلب اسے۔۔۔۔۔۔۔

اس نے اسے دیکھتے ہوئے سوچنے اور بوجھنے کی کوشش کی تھی۔ گلے میں پڑی ہوئی سونے کی چین جو اس کے کھلے گریبان سے جھلک رہی تھی اور ہاتھ میں باندھی ہوئی کرسچن ڈائر کی گھڑی اسے کسی معمولی گھرانے کا فرد بھی ظاہر نہیں کر رہے تھے اور اگر روپیہ پاس ہے اور روپیہ کمانے کے لیے کسی باہر کے ملک کے ویزے وہاں سیاسی پناہ اور پھر نیشنیلٹی کی بھی ضرورت نہیں تو پھر یہ، یہ سب کیوں کرنا چاہتا ہے۔

وہ ابھی بھی الجھی ہوئی تھی۔ چند منٹوں بعد اس نے نوجوان کو والٹ جیب میں ڈال کر واپس اسی بنچ کی طرف جاتے دیکھا تھا اور سسٹر الزبتھ کو اپنی جانب آتے دیکھا تھا۔ ان کی واپسی پر کسی نے ان سے کوئی سوال نہیں کیا تھا، روش پر پھر پہلے کی طرح سب کی چہل قدمی شروع ہو گئی تھی مگر وہ وہاں سے جانا نہیں چاہتی تھی۔ ان لوگوں کے ساتھ چلتے ہوئے اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا تھا۔ وہ لڑکا اب بھی اسی بنچ پر بنچ کی پشت سے ٹیک لگائے چہرہ ڈھانپے بیٹھا تھا۔ بے اختیار اس کا دل بھاگ کر اس کے پاس جانے کو چاہا تھا صرف ایک لمحے کے لیے صرف ایک بات کہنے کے لیے۔

اس نے مڑ کر اپنے آگے چلتے ہوئے گروپ کو دیکھا تھا اور خود کو بے بس پایا تھا۔ وہ پیچھے جانا چاہتی تھی، واپس وہیں مگر وہ آگے چلتی رہی تھی۔ اسے پتا تھا یہ روش سیدھا اس پارک سے باہر لے جائے گی۔ وہ واپس وہاں نہیں آ سکے گی اسے جو بھی کرنا تھا بہت جلدی کرنا تھا مگر اسے آخر کیا کرنا تھا۔

روش پر چلتے چلتے وہ گھاس پر چلنے لگی تھی، بڑے نا محسوس طریقے سے اس نے اپنا جوتا اتار دیا تھا اور پھر اسی طرح سب لوگوں کے ساتھ چلتی رہی۔ایک بار پھر اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا تھا۔بہت دور بنچ پر اب وہ ایک نقطے کی صورت میں نظر آ رہا تھا۔مگر وہ وہاں تھا۔وہ لوگ گیٹ کے پاس پہنچ گئے تھے۔

اوہ گاڈ سسٹر میں اپنا جوتا تو وہیں گھاس پر بھول آئی، مجھے پتا ہی نہیں چلا کہ میں ننگے پاؤں چل رہی تھی۔اس نے سسٹر الزبتھ سے کہا تھا۔

کہاں اتارا تھا؟سسٹر نے کچھ تشویش سے دیکھا تھا۔

مجھے اچھی طرح جگہ یاد ہے وہ اس درخت کے پاس جو جھاڑی نظر آ رہی ہے وہیں سے گزرتے میں نے جوتا اتارا تھا میرا خیال تھا ہم واپس ادھر سے ہی گزریں گے تو میں جوتا پہن لوں گی مگر پھر آپ نے اس گیٹ سے نکلنے کا فیصلہ کر لیا۔میں بس پانچ

منٹ میں لے کر آتی ہوں۔اس نے چلتے ہوئے کہا تھا۔

سسٹر نے آئس کریم کی مشین کی طرف جاتے ہوئے کہا تھا۔وہ سر ہلاتے ہوئے واپس مڑ گئی تھی۔روش پر چلنے کے بجائے اس نے گھاس پر بھاگنا شروع کر دیا تھا۔ وہ جلد از جلد اس کے پاس پہنچ جانا چاہتی تھی۔چند منٹ بھاگنے کے بعد اس نے سر اٹھا کر اس نظر آنے والے بنچ کو دیکھا تھا جس پر وہ بیٹھا ہوا تھا مگر اب وہ بینچ خالی نظر آ رہا تھا۔اسے بے اختیار ٹھوکر لگی تھی۔اس بنچ کے قریبی بنچ بھی خالی نظر آ رہے تھے۔وہ بے اختیار آگے بھاگتی چلی گئی تھی۔ اس نے پارک کی روشوں پر چلتے لوگوں میں اسے ڈھونڈنے کی کوشش کی تھی مگر وہ اسے نظر نہیں آیا تھا۔

اس نے بے اختیار بھاگ کر گیٹ سے باہر نکلنے کی کوشش کی تھی، اس کی چادر کا ایک کونا گیٹ میں اٹک گیا تھا۔ وہ اسے چھڑانے میں وقت ضائع نہیں کرنا چاہتی تھی، ننگے سر اور ننگے پیر بھاگتی ہوئی وہ گیٹ پار کر کے باہر نکل گئی تھی۔گاڑی تب تک ایک

زناٹے کے ساتھ ٹرن کر کے سڑک پر پہنچ چکی تھی۔ جب تک وہ سڑک پر پہنچتی، تب تک کار اس کی پہنچ سے بہت دور ہو چکی تھی۔

اس نے بے بسی سے دور جاتی ہوئی کار کو دیکھا تھا۔ پھر ایک ٹھنڈک سی اس کے جسم میں اترتی گئی تھی۔ پہلی بار اسے احساس ہوا کہ وہ گیٹ کے باہر اور اندر جانے والے لوگوں کی توجہ کا مرکز بن چکی ہے۔ اسے ان نظروں کی پرواہ نہیں تھی اسے اس وقت کسی بھی چیز کی پرواہ نہیں تھی۔ گیٹ کے قریب آتے ہی اس نے چوکیدار کے ہاتھ میں اپنی چادر دیکھ لی تھی۔ اس نے اسے دیکھ کر چادر اس کی طرف بڑھا دی تھی، ہونٹ بھینچتے ہوئے اس نے چادر لے کر اوڑھ لی تھی۔

کیا بات ہے بی بی؟ کیا ہوا ہے؟ چوکیدار متجسس تھا۔ اس نے جواب نہیں دیا، چپ چاپ اندر چلی گئی۔ روش سے گھاس پر اتر کر اس نے مطلوبہ جگہ جوتا تلاش کرنے کی کوشش کی تھی۔ اسے جوتا نہیں ملا یا تو وہ جگہ بھول چکی تھی یا کوئی جوتا اٹھا چکا تھا۔ چند منٹ وہ

گھاس پر بے دلی سے جوتا ڈھونڈتی رہی پھر واپس اس گیٹ کے طرف چل دی جہاں سسٹر زاس کا انتظار کر رہی تھیں۔

گھاس پر چلتے چلتے اس نے اپنے پیر میں کوئی چیز چبھتی محسوس کی تھی۔وہ رک گئی تھی اس نے پیر اٹھا کر دیکھنے کی کوشش کی تھی۔اسے اندازہ نہیں ہوا کہ پاؤں میں کیا چبھا تھا۔اب وہ گھاس سے ہٹ کر روش پر چلنے لگی تھی۔

تم نے پریشان کر دیا اتنی دیر؟ میں تو ڈر گئی تھی ابھی تمہارے پیچھے آنے والی تھی۔سسٹر الزبتھ نے اسے دیکھتے ہی کہا تھا۔تبھی ان کی نظر اس کے پیروں پر پڑی تھی۔

کیا ہوا؟ جوتا نہیں ملا؟ انہوں نے کچھ حیران ہو کر پوچھا تھا۔

اس نے سر کی جنبش سے انکار کیا تھا۔سسٹر نے اس کے چہرے کو غور سے دیکھا تھا اور پھر کچھ متفکر ہو گئی تھیں۔

تمہیں کیا ہوا ہے؟ اتنی پریشان کیوں ہو؟

کچھ نہیں ہوا۔۔۔۔سسٹر کچھ بھی نہیں ہوا بس جو ڈھونڈ رہی تھی۔وہ نہیں ملا حالانکہ میں نے تو۔۔۔۔۔۔یقین کریں میں نے تو بہت، بہت کوشش کی تھی پھر بھی پتا نہیں کیوں۔۔۔۔۔

وہ بڑبڑائی تھی۔سسٹر الزبتھ نے اس کی آنکھوں میں امڈتی ہوئی نمی کو دیکھا تھا اور پھر اس کے گال چھوتے ہوئے اسے جیسے تسلی دینے کی کوشش کی تھی۔کم آن ایک جوتے کے گم ہو جانے پر اتنی پریشانی کوئی بات نہیں۔ہو جاتا ہے ایسا کئی دفعہ ایسا ہو جاتا ہے مگر اس میں رونے والی کون سی بات ہے؟ ابھی راستے سے دوسرا جوتا خرید لیں گے۔

سسٹر الزبتھ نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا تھا۔باقی سسٹرز نے بھی اسے تسلی دی تھی اور پھر اسے چیئر اپ کرنے کی کوشش کرنے لگیں۔وہ آنکھوں میں تیرتی ہوئی نمی کو اپنے اندر اتارنے کی

کوشش کرنے لگی۔

....

پچھلے کئی دنوں سے وہ سسٹر الزبتھ کے دیئے ہوئے پتے پر جارہا تھا فادر جوشوا کے پاس جا کر اس نے انہیں سب کچھ کہہ دیا تھا۔ اس کے ساتھ کیا ہوا تھا۔ وہ خود کو کیا سمجھ رہا تھا اس کا ذہنی خلجان۔

اس نے ہر چیز کھل کر بتائی تھی۔ فادر جوشوا نے بڑی محبت اور توجہ سے اس کی ساری گفتگو سنی تھی اور پھر دیر تک اسے اولڈ اور نیو ٹیسٹمنٹ سے کچھ چنی ہوئی باتیں بتاتے رہے تھے۔ حضرت عیسیٰ کی مسیحائی اور معجزات، مدر میری کی بے گناہی اور پاکبازی، ان کی آزمائشیں حضرت عیسیٰ کی تنہا زندگی جو انہوں نے لوگوں کے لیے وقف کر دی تھی اور پھر ان ہی لوگوں کے ہاتھوں ان کا دار پر چڑھایا جانا، وہ کسی سحر زدہ معمول کی طرح ان کی باتیں سنتا رہا تھا۔ یہی سب کچھ محسوس کرنا چاہتا تھا۔

مجھے کچھ نہیں چاہیے فادر میں کسی gains financial
مالی مفاد کے لیے ادھر نہیں آیا میں تو سکون چاہتا ہوں، mantal
composure ذہنی یکسوئی کی ضرورت ہے مجھے اور وہ سب کچھ
مجھے اپنے مذہب سے نہیں ملا مجھے لگتا ہے یہ سب کچھ مجھے یہاں مل
جائے گا۔ میں چاہتا ہوں مجھے رات کو نیند آ جائے میں سب کچھ بھلا
دینا چاہتا ہوں میں کسی چیز کے بارے میں سوچنا ہی نہیں چاہتا۔ وہ
بول رہا تھا اور فادر جوشوا ملائمت سے مسکرا رہے تھے۔ تم ہر چیز
حاصل کر لو گے میرے بچے ہر چیز۔ مگر کچھ انتظار کرنا ہو گا تمہیں اور
اس وقت کے دوران تم جتنے ثابت قدم رہو گے تمہاری آئندہ زندگی
اتنی ہی اچھی ہو گی۔ فادر میں کروں گا۔ اس نے اضطراب سے فادر
جوشوا کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا تھا۔ انہوں نے ہاتھ سے اس کے
ہاتھ کو نرمی سے تھپکا تھا۔

فادر میں جانتا ہوں۔ میں روز آپ کے پاس آ کر آپ
سے باتیں کرنا چاہتا ہوں آپ سے بہت کچھ جاننا چاہتا ہوں۔ اس

نے ان سے اجازت لینا چاہی تھی۔شیور تم ہر روز میرے پاس آ جایا کرو۔

تقریبات پہلے ہی شروع ہو چکی تھیں۔وہ طائرانہ نظروں سے سب لوگوں کا جائزہ لیتے ہوئے چرچ میں داخل ہو گیا تھا بنچوں کی قطاروں پر نظر ڈالتے ہوئے اس نے اپنے لیے کوئی خالی جگہ تلاش کرنے کی کوشش کی تھی۔اگلی قطاروں میں کچھ جگہ اسے نظر آ ہی گئی تھی۔وہ ایک بنچ پر جا کر خاموشی سے بیٹھ گیا۔دعا کی کتاب نکال کر اس نے ہاتھ میں لے لی تھی کچھ دیر تک وہ اسے دیکھتا رہا پھر اس نے کتاب بند کر دی۔ایک عجیب سی اداسی اس کے وجود پر چھا رہی تھی اسے اپنا آپ اس ماحول کا حصہ نہیں لگ رہا تھا۔وہ سب پیدائشی عیسائی تھے اور وہ پیدائشی مسلمان تھا۔ان میں سے ہر ایک اسے خود سے سپیریئر لگ رہا تھا وہ بہت سے کمپلیکسز کا شکار تھا مگر اس طرح احساس کمتری اسے پہلی بار ہو رہا تھا۔سروس کی تیاری جاری تھی۔اس پر ایک عجیب سی تھکن سوار تھی، بنچ کی پشت سے ٹیک لگا

کر اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ تب ہی اسے احساس ہوا تھا اس کے بائیں جانب کوئی آ کر بیٹھا تھا۔ اس نے آنکھیں نہیں کھولی تھیں۔ جانتا تھا آہستہ آہستہ تمام بنچیں لوگوں سے بھر جائیں گی۔

بہت اچھا لگ رہا ہے یہاں؟ اس نے اپنے قریب ایک مدھم پرسکون مگر اجنبی آواز سنی تھی۔ اس نے اب بھی آنکھیں نہیں کھولی تھیں۔ اور اس دن کے بعد سے وہ ہر روز ان کے پاس جا رہا تھا۔ ایک ڈیڑھ گھنٹہ وہ ان کے پاس بیٹھا رہتا پھر اٹھ کر آ جاتا۔ مگر اس ایک ڈیڑھ گھنٹہ میں اس کے اندر بہت کچھ بدل جاتا تھا۔ اسے اپنے ہر سوال کا جواب وہاں مل جاتا تھا۔ اس کا ڈپریشن اور فرسٹریشن مکمل طور پر تو ختم نہیں ہوا تھا۔ لیکن کم ضرور ہو گیا تھا۔

فادر جوشوا نے اسے کچھ دوسرے پادریوں اور سسٹرز سے بھی ملوایا تھا اور ان سب سے مل کر اسے یوں لگتا تھا، جیسے اس کا ہاتھ پکڑنے اس کی مدد کرنے کے لیے بہت سے لوگ موجود تھے اور ہر ایک پہلے سے زیادہ مخلص تھا اسے اپنی نئی دنیا بہت اچھی لگ رہی

تھی۔

چند ہفتوں میں وہ بڑی حد تک بدل چکا تھا۔ابھی اس نے باقاعدہ طور پر مذہب تبدیل نہیں کیا تھا ابھی وہ فادر جوشوا کی دی ہوئی کتابیں اور پمفلٹس پڑھتا رہتا تھا۔چند ہفتوں کے اندر مذہب تبدیل کرنے کا اس کا فیصلہ مستحکم ہو گیا تھا جو تھوڑی بہت جھجک تھی وہ بھی ختم ہو گئی تھی۔ایک ڈیڑھ ہفتے تک باقاعدہ طور پر وہ اپنا مذہب تبدیل کرنے والا تھا۔

31 دسمبر کی رات کو prayergivingthanks کے لیے وہ کیتھڈرل آیا تھا۔وہ کئی دنوں سے باقاعدہ چرچ جا کر سروس اٹینڈ کر رہا تھا مگر کیتھڈرل وہ پہلی بار آیا تھا۔سروس ابھی شروع نہیں ہوئی تھی۔لوگوں کا رش اندر آ جا رہا تھا۔پوری کیتھولک کمیونٹی وہاں اکٹھی ہوئی تھی کیونکہ سال کا آخری دن تھا اور نیو ائیر کی؟؟؟؟

شاید یہ جملہ کسی اور سے کہا گیا ہے۔ اس نے سوچا تھا

آج کی شام میری زندگی کی سب سے اچھی شام ہے۔حدید آواز وہی تھی مگراس باراس کا نام بھی لیا گیا تھا۔ اس نے برق رفتاری سے آنکھیں کھول کر اپنے بائیں جانب دیکھا تھا۔ اس کے بہت قریب سیاہ سوٹ میں ملبوس ایک لڑکی بالکل اسی کی طرح بینچ کی پشت سے ٹیک لگائے اور آنکھیں بند کیے بیٹھی تھی۔سیاہ چادر اس کے سر کو ڈھانپے ہوئے تھی۔ سیاہ چادر کی اوٹ میں سے نظر آنے والے چہرے پر عجیب طرح کا سکون اور ٹھہراؤ تھا۔مگر اس کیفیت کے بغیر بھی وہ بے حد خوبصورت نظر آئی۔ اس نے گہری نظروں سے اس کا جائزہ لیا تھا اور پھر الجھن کا شکار ہو گیا تھا وہ لڑکی اب آنکھیں بند کیے ٹیک لگا خاموش تھی اور وہ سوچ رہا تھا, کیا واقعی وہ اس سے مخاطب ہوئی تھی یا پھر اسے غلط فہمی ہو گئی تھی, وہ اس کا چہرہ دیکھتے ہو سوچ رہا تھا اس سے پہلے کہ وہ اس سے کچھ پوچھتا, اچانک اس نے آنکھیں کھول دی تھیں, مگر اس کی طرف دیکھنے کے بجائے وہ سامنے لگے ہوئے ہولی کر اس کو دیکھ رہی تھی۔

اس دن میں نے سوچا تھا کہ میں دوبارہ کبھی تمہیں دیکھ نہیں پاؤں گی اور دوبارہ نہ دیکھتی تو وہ سامنے دیکھتے ہوئے اس طرح بولی جیسے کوئی سرگوشی کر رہی ہو۔ حدید اب واقعی الجھن کا شکار ہو گیا تھا۔

دیکھیں, میں نے آپ کو پہچانا نہیں ہے میرا خیال ہے کہ ہم پہلے کبھی نہیں ملے اور نہ ہی مجھے سمجھ میں آ رہا ہے کہ آپ کو میرا نام کیسے معلوم ہوا؟ کیا آپ اپنا انٹروڈکشن کروائیں گی ۔

اس بار پہلی دفعہ اس نے اپنی نظریں ہولی کراس سے ہٹاتے ہوئے اس پر مرکوز کر دی تھیں۔ حدید نے زندگی میں بہت سی آنکھیں دیکھی تھیں ایسی آنکھیں جو پہلی نظر میں ہی بندے کو ہپناٹائز کر لیتی ہیں, ایسی آنکھیں جنہیں آپ بار بار دیکھنا چاہتے ہیں, ایسی آنکھیں جو سب کچھ کہہ دیتی ہیں, جو کوئی راز بھی راز نہیں رہنے دیتیں۔ ایسی آنکھیں جنہیں دیکھ کر یہ خیال آتا ہے کہ شاید دنیا انہی آنکھوں کو دکھانے کے لیے بنائی گئی ہیں ہنسنے والی آنکھیں

, دل میں اتر جانے والی نظریں اور سحر زدہ کر دینے والی نگاہیں مگر اس نے کبھی بھی اتنی اداس آنکھیں نہیں دیکھی تھی جب وہ آنکھیں بند کیے بیٹھی تھی تو وہ سوچ رہا تھا کہ اس کی پلکیں بہت خوبصورت ہیں جب اس نے آنکھیں کھولی تھیں تو اس نے دیکھا تھا کہ آنکھوں کا رنگ بھی بہت خوبصورت تھا ڈارک بلیک , مگر اب اس کی نظر نہ دراز پلکوں پر تھی اور نہ ہی آنکھوں کے رنگ پر بلکہ صرف اداسی پر تھی , جو آنکھوں میں تھی وہ کچھ پزل سا ہو گیا تھا۔

آپ نے مجھے اس لیے نہیں پہچانا کیونکہ آپ نے مجھے کبھی دیکھا ہے اور نہ مجھ سے ملے ہیں مگر میں آپ کو اس لیے پہچانتی ہوں , کیونکہ میں آپ کو دیکھ بھی چکی ہوں اور آپ سے مل بھی چکی ہوں حدید کرسٹینا نے ایک گہری سانس لی تھی , اس دن میں نے آپ کو پارک میں دیکھا تھا آپ سسٹر الزبتھ کے پاس آئے تھے

۔

اس نے حدید کو یاد دہانی کروائی تھی حدید نے غور سے

اسے دیکھا مگر پہچان نہیں پایا, اس دن ویسے بھی وہ جس کیفیت میں تھا شاید کسی کو بھی نہ پہچان پاتا اور سسٹرز کے جس گروپ کے پاس وہ گیا تھا وہ خاصا لمبا چوڑا تھا اور اب ان میں یہ لڑکی بھی شامل تھی یا نہیں, وہ نہیں جانتا تھا مگر اس نے سر ہلا دیا ۔

ہاں, ہوسکتا ہے کہ آپ وہاں ہو بہر حال میں نے آپ کو نہیں دیکھا سروس شروع ہو چکی تھی, اس نے بشپ کو چبوترے پہ جاتے دیکھا تھا۔

کیا آپ کچھ دیر کے لیے میرے ساتھ باہر چل سکتے ہیں؟ حدید نے ایک مدھم سرگوشی سنی تھی۔

مگر میں یہاں پر سروس اٹینڈ کرنے آیا ہوں, اس نے کچھ ہچکچاتے ہوئے اس سے کہا تھا پلیز اس بار اس کی آواز التجائیہ تھی وہ کچھ دیر اس کا چہرہ دیکھتا رہا اور پھر خاموشی سے کھڑا ہو گیا اور دونوں وہاں سے باہر آ گئے تھے۔قہقہوں کا ایک طوفان آیا ہوا تھا۔

میرے ساتھ آؤ باہر آتے ہی اس نے کرسٹینا کو کہتے سنا تھا وہ خاموشی سے اس کے پیچھے چل پڑا, وہ اسے کیتھڈرل کے عقبی حصہ میں لے آئی تھی اس طرف تھوڑی خاموشی تھی اور وہ وہاں پر موجود ایک بینچ پر بیٹھ گئی۔ حدید اسے دیکھتا ہوا اسی بینچ پر بیٹھ گیا بینچ کے قریب لیمپ پوسٹ کی روشنی نے ان دونوں کو بہت نمایاں کر دیا تھا۔

تم کرسچن کیوں ہونا چاہتے ہو؟ کچھ دیر کی خاموشی کے بعد اس نے پوچھا تھا۔

تم مسلمان کیوں ہونا چاہتی ہو؟ سوال کا جواب سوال سے دیا گیا تھا

کیونکہ یہ سچا مذہب ہے ۔

میں بھی عیسائیت کے بارے میں یہی سوچتا ہوں۔

تم غلط سوچتے ہو , اسلام کے علاوہ کوئی مذہب سچا نہیں ہے۔

کیا میں بھی یہ کہوں کہ تم بھی غلط سوچتی ہو۔ عیسائیت کے علاوہ کوئی مذہب سچا نہیں ہے۔

حدید کی ثابت قدمی اس سے کم نہیں تھی ۔

وہ کچھ بے بسی سے اس کا چہرہ دیکھنے لگی تھی۔

تمہیں اپنے مذہب سے اتنی نفرت کیوں ہے؟

اگر یہی سوال میں تم سے پوچھوں کہ تمہیں اپنے مذہب سے اتنی نفرت کیوں ہے؟ حدید نے ایک بار پھر اس کے سوال کا جواب سوال سے دیا تھا۔

مجھے اپنے مذہب سے نفرت نہیں ہے۔ کرسٹینا نے ہلکی آواز میں کہا تھا۔

پھر بھی تم اپنا مذہب چھوڑ دینا چاہتی ہو؟ وہ اس کا چہرہ دیکھنے لگی تھی۔

اس لیے چھوڑ دینا چاہتی ہوں کیونکہ میں نے سچائی پا لی ہے۔

کون سی سچائی؟ کیسی سچائی؟ مجھے تو آج تک اپنے مذہب میں کوئی سچائی نظر نہیں آئی مجھے اگر کہیں سچائی نظر آئی ہے تو تمہارے مذہب میں وہ جیسے یک دم پھٹ پڑا تھا۔

بعض دفعہ جو چیز آپ کو نظر آتی ہے وہ فریب ہوتا ہے, نظر کا دھوکا اور جب تک یہ بات پتا چلتی ہے اس وقت بہت دیر ہو چکی ہوتی ہے اتنی دیر کہ نہ آپ آگے جا سکتے ہیں اور نہ ہی پیچھے اور میں چاہتی ہوں حدید تمہارے ساتھ ایسا نہ ہو۔

حدید نے اس کی آنکھوں میں آنسو نہیں دیکھے تھے مگر اس کی آواز میں لرزش تھی وہ بے یقینی کے عالم میں اسے دیکھنے لگا تھا۔

آخر یہ میری اتنی ہمدرد کیوں بن رہی ہے؟ اس نے تلخی سے سوچا تھا ۔

بازار میں آپ جب بھی جاتے ہیں وہاں ملنے والی سب سے اچھی چیز ہی خریدنا چاہتے ہیں۔ سب سے پسندیدہ چیز ہی پانا چاہتے ہیں اور تم خوش قسمت ہو تمہیں کسی بازار میں جانا نہیں پڑا مگر پھر بھی تمہارے پاس سب سے بہترین چیز ہے اسلام تمہارا مذہب تمہارا دین تمہارا پیغمبر اور اللہ اکیلا واحد اور اب تم بہترین چیز چھوڑ کر حدید نے ترشی سے اس کی بات کاٹ دی تھی۔

کرسٹینا مذہب بازار میں رکھی ہوئی کوئی چیز نہیں ہوتا , مذہب سکون اور اطمینان دیتا ہے اور اگر کوئی مذہب یہ چیز نہیں کر پاتا تو اسے کیوں چھوڑا نہ جائے اور دوسرا مذہب کیوں نہ اختیار کیا جائے؟ یہ سارے مذہب خدا کے بنائے ہوئے ہیں , ہر ایک اللہ کی تلاش ہی کرواتا ہے اور اس سے کیا فرق پڑتا ہے کہ میں مسلم رہوں یا کرسچن بن جاؤں یا پھر کوئی تیسرا مذہب اختیار کر لوں ۔

فرق پڑتا ہے حدید بہت فرق پڑتا ہے تم محمدؐ کو چھوڑ کر عیسیٰ کے پیروکار بننا چاہتے ہو تم خدا کی وحدانیت کو چھوڑ کر ٹرینیٹی پر ایمان لانا چاہتے ہو تم ہر دوسری چیز کو اپنانا چاہتے ہو ہر چیز پیغمبر دین خدا تم سب کچھ غلط کرنا چاہتے ہو تم سب کچھ غلط کر رہے ہو مجھے صرف یہ بتاؤ کہ تم محمدؐ کا نام نہیں لو گے تو زندہ کیسے رہو گے تم ان کے بارے میں سوچو گے نہیں تو سانس کیسے لو گے تم ان کی جگہ کسی دوسرے کو کیسے دو گے؟ چرچ کے اوپر لگا ہوا وہ کراس نظر آ رہا ہے تمہیں، تمہیں پتا ہے وہ کیا ظاہر کر رہا ہے اگلی بار جب تم اپنے سینے پر کراس بناؤ گے تو تمہیں پتا ہے تم کیا کر رہے ہو گے تم اللہ کا نام لے رہے ہو گے؟ تم اس کو یاد کرو گے نہیں حدید تم جسے یاد کرو گے وہ خدا نہیں ہو گا خدا تو واحد ہوتا ہے، ایک ہوتا ہے یکتا ہوتا ہے۔

کرسٹینا نے بلند آواز میں بات کرتے کرتے اپنا ہاتھ اٹھایا تھا اور حدید کے سینے پر ہولی کراس بنایا تھا تم کہو گے:

spirilholytheandsonfather

کیا تم جانتے ہو کہ تم کیا کر رہے ہو؟ کیا تمہاری فیملی جانتی ہے کہ تم کیا کر رہے ہو؟

وہ ابھی خاموش ہونا نہیں چاہتی تھی, وہ بہت کچھ کہنا چاہتی تھی, بہت کچھ بتانا چاہتی تھی۔ مگر اسے یک دم چپ ہونا پڑا تھا وہ یک ٹک اس کا چہرہ دیکھتے دیکھتے اس کی باتیں سنتے سنتے یک دم پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا تھا بالکل بچوں کی طرح اپنے دونوں ہاتھوں سے چہرے کو چھپا وہ اپنے گھٹنوں پر جھک گیا تھا۔

تم نہیں سمجھ سکتیں کہ میں کن حالات میں ہوں, کوئی نہیں سمجھ سکتا۔ تم سب ایک جیسے ہو, صرف مطمئن کر سکتے ہو اور ریمارکس دے سکتے ہو اس کے علاوہ کچھ بھی نہیں, کچھ بھی نہیں

۔

وہ روتے ہوئے بلند آواز میں کہہ رہا تھا اس نے زندگی

میں کسی مرد کو روتے نہیں دیکھا تھا اور اس طرح بچوں کی طرح بلند آواز میں رونا وہ نہیں جانتی تھی, کسی روتے ہو کو کس طرح چپ کروایا جاتا ہے اور اگر رونے والا مرد ہو تو پھر کس طرح اسے دلاسا دیا جانا چاہیے, وہ بے بسی سے اسے روتے بلکتے اور بولتے ہوئے دیکھتی رہی وہ کہہ رہا تھا۔

کاش میں پیدا نہ ہوتا, کاش میں مر سکتا۔

ایک سرد لہر اس کے وجود سے گزر گئی تھی۔ کرسٹینا کو کوئی یاد آیا تھا۔

کاش میں تمہارے لیے ہی ہوتی, صرف تمہارے لیے۔

کسی کی آواز اس کے ذہن میں لہرائی تھی وہ بے اختیار حدید پر جھک گئی تھی وہ اب اس آواز اس چہرے کو یاد نہیں کرنا چاہتی تھی, کبھی بھی نہیں۔

حدید پلیز مت روؤ ۔

اس نے ایک ہاتھ اس کی پشت پر پھیلا دیا تھا دوسرے اتھ سے وہ اس کا سر سہلانے لگی تھی بالکل کسی بچے کی طرح وہ چپ نہیں ہوا تھا وہ روتا رہا تھا بلک بلک کر یوں جیسے وہ زندگی میں پہلی بار رو رہا تھا ۔

کرسٹینا کو پتہ نہیں چلا کہ وہ کتنی دیر اس کے پاس بیٹھی اس کا سر سہلاتی رہی تھی پھر آہستہ آہستہ اس کا لرزتا ہوا وجود ساکت ہو گیا تھا اور پھر وہ یک دم سیدھا ہو کر بیٹھ گیا تھا

کرسٹینا نے اپنے ہاتھ میں پکڑے ہوئے ٹشو سے اس کے بھیگے ہو چہرے کو خشک کرنا چاہا تھا ٹشو گال پر لگتے ہی حدید نے اس کے ہاتھ سے ٹشو لے لیا تھا اس سے نظریں ملا بغیر اس نے ٹشو سے اپنی آنکھیں صاف کی تھیں کرسٹینا نے دیکھا تھا کہ اس کے ہاتھ میں لرزش تھی۔

میں تمہیں پانی لا کر دیتی ہوں وہ بینچ سے اٹھنے لگی تھی اور تب حدید نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا تھا پلیز میرے پاس رہو, میں اس وقت اکیلا رہنا نہیں چاہتا اور مجھے پانی کی ضرورت نہیں ہے۔

اس کی آواز میں بھی لرزش تھی۔ کرسٹینا رک گئی تھی۔

حدید نے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا, بینچ کی پشت سے ٹیک لگا کر اس نے آنکھیں بند کر لیں وہ بھی خاموشی سے اس کا چہرہ دیکھتی رہی حدید نے اپنی گردن کو تھوڑا سا اس کی طرف موڑا تھا اور آنکھیں کھول کر اسے دیکھنے لگا تھا۔

کیا تمہاری فیملی جانتی ہے کہ تم مسلمان ہونا چاہتی ہو؟

کرسٹینا کے لیے اس کا سوال غیر متوقع تھا۔

ہاں ایک لمحے کی خاموشی کے بعد اس سے نظر چراتے ہو اس نے کہا تھا۔

کیا انہیں کوئی اعتراض نہیں ہے؟

کرسٹینا نے سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا تھا۔ نہیں ،

تم جھوٹ بول رہی ہو وہ اسے صرف دیکھ کر رہ گئی تھی

حدید کیا تم مجھے بتاؤ گے کہ تم کیوں اپنا مذہب چھوڑنا چاہتے ہو؟

بہت نرم آواز میں اس نے بات کا موضوع بدل دیا تھا۔
کرسٹینا نے اس کے چہرے پر تھکن دیکھی تھی حدید نے ایک بار پھر چہرے کو موڑ کر اسے دیکھا تھا اور پھر پہلے کی طرح بینچ کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر لیں۔ اپنی چادر کو اس نے اپنے گرد کچھ اور لپیٹ لیا تھا پھر اس نے حدید کے چہرے کو دیکھا تھا وہ اسی طرح آنکھیں بند کیے ہوتھا مگر اب وہ کچھ کہہ رہا تھا, کرسٹینا نے اس کے چہرے پر نظریں جما دی تھیں اور وہ جو کہہ رہا تھا وہ سن رہی تھی

اگر میں یہاں نہیں آتا تو میں خودکشی کر لیتا۔ وہ کہہ رہا تھا ،

☆

میں نے کبھی دنیا میں تم سے زیادہ ذلیل عورت کوئی دوسری نہیں ہوگی اس نے پاپا کو چلاتے سنا تھا اور تم سے زیادہ ذلیل مرد کوئی دوسرا نہیں ہوگا اس بار اس نے ممی کو پاپا سے بھی زیادہ بلند آواز میں دھاڑتے سنا تھا۔ اس کا دل چاہا تھا کہ وہ وہاں سے بھاگ جائے اور دوبارہ کبھی وہاں نہ آئے۔ میں نے تم سے شادی کر کے زندگی کی سب سے بڑی غلطی کی تھی تم جیسی عورتیں ٹائم پاس کرنے کے لیے ٹھیک ہوتی ہیں, لیکن ان کے ساتھ زندگی نہیں گزاری جا سکتی اور کاش میں تم سے کبھی شادی نہ کرتا۔

پاپا نے کئی بار کہا جانے والا جملہ ایک بار پھر دہرایا تھا وہ کمرے میں جانے کی بجائے لاؤنج میں ہی بیٹھ گیا تھا کمرے میں ان دونوں کا شور زیادہ نمایاں ہوتا, کیونکہ اس کا کمرہ ان کے

کمرے کے قریب تھا۔

اس شادی پر تمہیں مجھ سے زیادہ پچھتاوا نہیں ہو سکتا, میرے پیرنٹس نے ٹھیک کہا تھا۔ تمہارے پاس صرف روپیہ ہے دماغ نہیں۔ تمہارا دل اور دماغ دونوں تنگ تھے اور ہیں, تم لوگ نہ خود خوش رہ سکتے ہو اور نہ ہی دوسروں کو خوش دیکھ سکتے ہو اصل میں تم جیلس ہوتے ہو, کیونکہ اس شہر اور اس ملک میں مجھے جاننے والے لوگ تمہارے جاننے والوں سے زیادہ ہیں۔

جاننے والے یا چاہنے والے؟ حدید نے سر اٹھا کر کچن کے دروازے کو دیکھا تھا, وہاں ملازم کام میں مصروف تھے اس نے اندازہ لگانے کی کوشش کی تھی کہ وہ کس حد تک باتیں سن سکتے تھے اس کے والدین کی آوازیں ضرور کچن تک جا رہی تھیں مگر ملازمین کے چہرے پر کوئی تاثرات نہیں تھے وہ حسب معمول کچن میں ادھر ادھر پھر کر معمول کا کام نمٹانے میں مصروف تھے اور ان کے لیے یہ آوازیں نئی نہیں تھیں حدید کی طرح وہ بھی یہ سب کچھ پچھلے کئی

سالوں سے سنتے آ رہے تھے۔

ٹھیک ہے چاہنے والے ہی سمجھ لو   تم جیسی تھرڈ کلاس ذہنیت رکھنے والے انسان سے کسی اچھی بات کی توقع کیسے رکھی جا سکتی ہے۔

یہ سب کچھ جو آج تمہارے پاس ہے یہ اسی تھرڈ کلاس ذہنیت والے آدمی کی وجہ سے ہے۔

تم نے مجھ پر کوئی احسان نہیں کیا اور جو تم نے مجھے دیا وہ ہر شوہر بیوی کو دیتا ہے بلکہ اس سے بہت زیادہ دیتا ہے جتنا تم نے مجھے دیا۔

آئی وش میں نے تمہیں کچھ نہ دیا ہوتا, میں نے تمہیں گھر کے ایک کمرے میں بند رکھا ہوتا اور تمہیں کبھی باہر نہ جانے دیا ہوتا۔
اس نے پاپا کی بات پر ممی کا ایک طنزیہ قہقہہ سنا تھا ۔

تم بیسویں صدی میں رہتے ہو بلال علی اٹھارویں صدی میں نہیں , تم مجھے قید کیسے کر سکتے تھے میرے جیسی عورت کو ایک کمرے میں بند کر کے کیسے رکھ سکتے تھے تم جانتے ہو جس سوسائٹی میں ہم موو کرتے ہیں وہاں تم زرشی کے حوالے سے جانے جاتے ہو, تمہاری اپنی کوئی پہچان نہیں ہے۔

.... میری وجہ سے تم کروڑوں کے کانٹریکٹ حاصل، اس نے پاپا کو ممی کی بات کاٹ کر چلاتے سنا تھا۔ میں تمہاری وجہ سے کچھ حاصل نہیں کرتا تمہارے حوالے سے صرف بدنامی اور رسوائی ملتی ہے , مجھے تمہاری آوارگی کی وجہ سے لوگوں کے مذاق کا نشانہ بننا پڑتا ہے, میں تمہارے حوالے سے پہچانا جانا نہیں چاہتا, تم عذاب بن گئی ہو میری زندگی کے لیے حدید کا چہرہ سفید ہوتا جا رہا تھا کچھ بھی نیا نہیں تھا, پھر بھی ہر بار ان لفظوں کی اذیت پہلے سے زیادہ ہوتی تھی۔

میں آوارہ ہوں تم کیا ہو , تمہارے کارنامے گنوانے

بیٹھوں تو صبح ہو جائے گی دوسروں پر انگلی اٹھانے سے پہلے اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھو کہ تم کیا ہو, تم کیا سمجھتے ہو کہ میں تمہاری سرگرمیوں کے بارے میں کچھ نہیں جانتی سب کچھ جانتی ہوں بلال علی سب کچھ جانتی ہوں۔ تم جس بزنس ٹور کے لیے اپنی سیکریٹری کے ساتھ مری گئے ہوئے تھے میں اس سے بھی واقف ہوں۔

ہاں گیا تھا لیلیٰ کے ساتھ مری پھر تمہیں کیا تکلیف ہے ایک بار نہیں دس بار جاؤں گا خود تم کون سی پارسا ہو, وہ آج کل نیا ماڈل جو ہر وقت ساتھ لیے پھرتی ہو, جانتا ہوں اس کے ساتھ تمہارے کیسے تعلقات ہیں۔

حدید اپنا سر بے بسی سے ہاتھوں میں لے کر بیٹھ گیا تھا یہ سب روز نہیں ہوتا تھا کیونکہ ممی اور پاپا کا سامنا روز نہیں ہوتا تھا وہ کئی کئی دن کے بعد ملا کرتے تھے کبھی پاپا اپنے بزنس ٹور پر گئے ہوتے اور کبھی ممی اپنے فیشن شوز کے سلسلے میں کئی کئی دن گھر سے

باہر رہتیں۔ لیکن جب بھی ان دونوں کا سامنا گھر پر ہوتا تھا وہ یہی سب کچھ کہا اور کیا کرتے تھے ایک دوسرے پر الزام تراشی ایک دوسرے سے نفرت کا اظہار، ایک دوسرے کی خامیوں کو اچھالنا، چیخنا چلانا، گالیاں دینا برتن توڑنا یا ہر وہ چیز جو ان دونوں کے ہاتھ میں آجاتی وہ توڑ دیتے وہ بچپن سے یہی سب کچھ دیکھتا آ رہا تھا۔

بچپن میں وہ بہت سی باتوں کو زیادہ گہرائی سے نہیں سمجھتا تھا والدین کے درمیان ہونے والے ہر جھگڑے کے بعد وہ اللہ سے دعا کرتا کہ سب کچھ ٹھیک ہو جائے ان دونوں کے درمیان صلح ہو جائے اور ناراضگی ختم ہو جائے مگر ایسا کبھی نہیں ہوا تھا اور اگر کبھی ایسا ہوا بھی تھا تو صرف وقتی طور پر۔

اس کی ممی شادی سے پہلے ایک ماڈل گرل تھی, شادی کے کچھ عرصہ بعد تک وہ ماڈلنگ کرتی رہی پھر حدید کی پیدائش سے کچھ عرصہ پہلے انہوں نے ماڈلنگ چھوڑ کر کپڑوں کی ڈیزائننگ کا کام شروع کر دیا اس کے پاپا ایک مشہور بزنس مین تھے ممی کو انہوں

نے ایک کیٹ واک میں ہی دیکھا تھا اس وقت وہ لندن میں تھی اور بلال علی بھی تعلیم حاصل کرنے کے لیے وہاں تھے کیٹ واک کے بعد دونوں میں ایک مختصر ملاقات ہوئی تھی اور پھر یہ مختصر ملاقات لمبی ملاقاتوں کی بنیاد بن گئی تھی۔

ڈیڑھ سال تک یہ سلسلہ چلتا رہا اور پھر بلال علی نے باقاعدہ طور پر زرشی کو پرپوز کر دیا۔ زرشی کے والدین نے کچھ اعتراضات اٹھائے تھے کیونکہ وہ زرشی کو پاکستان میں سیٹل ہوتے نہیں دیکھنا چاہتے تھے اور بلال علی کو پاکستان ہی آنا تھا کیونکہ یہاں ان کی فیکٹریز تھیں, زرشی نے اپنے والدین کے اعتراضات اور ناپسندیدگی کے باوجود بلال علی سے شادی کر لی تھی, کیونکہ اس وقت ان کے سر پر بلال علی کے عشق کا جنون سوار تھا۔

مگر بعد میں جب وہ باقاعدہ طور پر انگلینڈ چھوڑ کر پاکستان رہنے لگیں تو انہیں احساس ہونے لگا کہ بلال علی ایک بہت ہی کنزرویٹو آدمی تھے۔کم از کم بیوی کے معاملہ میں جبکہ بلال علی کا

خیال تھا کہ اس نے زرشی کو جتنی آزادی دے رکھی ہے اتنی آزادی اسے خاندان کی کسی دوسری عورت کو حاصل نہیں تھی اور یہ خیال بڑی حد تک ٹھیک تھا۔

زرشی شادی کے بعد بھی کچھ عرصہ تک ماڈلنگ کرتی رہی, بلال علی نے اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔ حدید کی پیدائش سے کچھ عرصہ پہلے اس نے ماڈلنگ چھوڑ دی, مگر وہ گھر بیٹھنے والی عورت نہیں تھی ۔

اس نے باقاعدہ طور پر کپڑوں کی ڈیزائننگ شروع کر دی تھی شروع میں بلال علی نے ہمیشہ کی طرح اس معاملے میں بھی اسے سپورٹ کیا تھا مگر آہستہ آہستہ جب ان کی مصروفیات میں اضافہ ہونے لگا تو انہیں اعتراض ہونے لگا تھا, وہ رات گئے تک مختلف پارٹیز میں رہتی اور حدید کو گورنس کے پاس چھوڑے رکھتی۔ بات اگر صرف حدید اور گھر کو نظر انداز کرنے کی ہوتی تو شاید بلال علی برداشت کر لیتے, مگر زرشی نے بہت سے بوائے فرینڈز بھی بنا

لیے تھے وہ سارے ماڈلز جو اس کے کپڑوں کے لیے ماڈلنگ کرتے تھے وہ کھلے عام اس کے ساتھ گھومتے پھرتے رہتے تھے وہ خود بھی گھر پر وقت گزارنے کے بجائے ان لوگوں کے ساتھ خوش رہتی۔ آہستہ آہستہ اس کے اور بلال علی کے اختلافات ابھر کر سامنے آنے لگے تھے اور پھر گھر میں جھگڑے شروع ہو گئے تھے۔

بلال علی خود بھی کوئی زیادہ پارسا بندہ نہیں تھا اور یہ بات زرشی اچھی طرح جانتی تھی اور اس کمزوری کو وہ ہر جھگڑے میں طعنہ دیا کرتی تھی بلال علی اگر اس کے افیئرز اور اسکینڈلز کی بات کرتے تو وہ ان کے افیئرز کی تعداد گنوانے لگتی۔

وہ زندگی کو اس طریقے سے گزارنا چاہتی تھی جس طرح انگلینڈ میں گزارا کرتی تھی کسی روک ٹوک کے بغیر, اپنی مرضی سے اور بلال علی اس کے راستے میں جیسے ایک بڑی رکاوٹ بن گئے تھے۔

دوسری طرف بلال علی کو ہر گزرتے دن کے ساتھ اپنی حماقت کا پچھتاوا پہلے سے بھی شدید ہوتا وہ حدید کے لیے اس کے ساتھ گزارہ کر رہے تھے اور اس لیے بھی کیونکہ انہوں نے حق مہر میں اسے اپنی جائیداد اور فیکٹری کے شیئرز کا ایک بڑا حصّہ دے دیا تھا اب اگر وہ اسے طلاق دے دیتے تو انہیں مالی طور پر بھی کافی نقصان کا سامنا کرنا پڑتا اور یہ وہ نہیں چاہتے تھے۔

انہوں نے زرشی کی طرح گھر سے باہر بہت سی سرگرمیاں تلاش کر لی تھیں وہ دونوں کسی نہ کسی طرح زندگی گزارنے کی کوشش کر رہے تھے مگر اپنی اس کوشش میں انہوں نے جس چیز کو بھلا دیا تھا وہ حدید تھا پیدائش کے کچھ عرصے کے بعد ہی زرشی اور بلال علی نے اس کے لیے ایک گورنس رکھ دی تھی پھر کچھ عرصہ کے بعد یہ گورنس بدل کر ایک اور گورنس رکھ دی گئی اور یہ سلسلہ تب تک چلتا رہا جب تک اولیول کے بعد وہ باہر نہیں چلا گیا۔

گورنس کو بار بار بدلنے سے یہ ہوا کہ وہ کسی کے ساتھ بھی

مانوس نہیں ہو پایا اور اس کی زندگی میں رشتوں کی کمی اس کے لیے سب سے بڑا عذاب بن گئی تھی زرشی اپنے والدین کی اکلوتی اولاد تھی, اور بلال علی کی صرف دو بہنیں تھیں جو دوسرے شہروں میں سیٹل تھیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ حدید بیرونی دنیا سے بالکل کٹ کر رہ گیا تھا۔

اسکول سے گھر آنے کے بعد وہ سارا دن گھر پر ہی رہتا ٹیوٹر سے ہوم ورک کرتا, کسی دوست سے فون پر بات کرتا, ٹی وی دیکھتا یا پھر بلا مقصد گھر میں پھرتا رہتا بعض دفعہ وہ کئی کئی دن ماں باپ کا چہرہ بھی نہ دیکھ پاتا کیونکہ صبح وہ جس وقت اسکول جاتا, اس وقت وہ دونوں سو رہے ہوتے اور جس وقت شام کو بلال علی فیکٹری سے واپس آتے اور زرشی اپنے بوتیک سے, اس وقت عموماّ وہ اپنے ٹیوٹر کے پاس ہوم ورک کر رہا ہوتا اور جب تک وہ ہوم ورک سے فارغ ہوتا تب تک بلال علی اور زرشی دوبارہ اپنی سرگرمیوں کے لیے گھر سے باہر جا چکے ہوتے۔ بعض دفعہ وہ دونوں اکٹھے چلے جاتے لیکن زیادہ تر وہ الگ الگ جایا کرتے تھے۔

ایسا بہت کم ہوتا تھا کہ حدید نے ناشتہ لنچ اور رات کے کھانے پر ان دونوں کو اکٹھے دیکھا ہو۔ چھٹی کے دن بھی ان دونوں کی اپنی مصروفیات ہوتی تھیں بچپن کی اس تنہائی نے اسے ایکسٹرورٹ کی بجا انٹرووِرٹ بنا دیا تھا۔

وہ بہت خاموش رہا کرتا تھا ماں باپ کے درمیان ہونے والے جھگڑوں کا نتیجہ یہ ہوا تھا کہ وہ خود کسی سے لڑ نہیں سکتا تھا بلند آوازوں سے اسے خوف آتا تھا اس کی کمپنی بھی شروع سے ہی محدود تھی اور وہ دوست بھی اس کے گھر میں ہونے والی کی بات سے آگاہ نہیں تھے حدید کو خوف آتا تھا کہ اگر وہ ان کے ساتھ کچھ شیئر کرے گا تو وہ اس کا مذاق اڑائیں گے صرف اس کا ہی نہیں بلکہ اس کے ماں باپ کا بھی اور وہ یہ سب کچھ نہیں چاہتا تھا اسی لیے اس نے کبھی اپنے فرینڈز سے ماں باپ کے درمیان ہونے والے جھگڑوں کا ذکر نہیں کیا تھا۔

آہستہ آہستہ ہی سہی لیکن وہ گھر کے ماحول کا عادی ہو گیا

تھا پہلے کی طرح اب اسے بات بات پر ماں باپ کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی تھی اس نے ہر چیز ان کے بغیر کرنا سیکھ لیا تھا ہاں مگر بعض دفعہ وہ یہ ضرور سوچتا کہ اس کے ماں باپ اس کے بغیر بھی گزارہ کر رہے ہیں , پھر انہوں نے اسے پیدا کرنے کی حماقت کیوں کی اور اس وقت اسے اپنا وجود سب سے زیادہ بے وقعت لگتا۔

عمر بڑھنے کے ساتھ ساتھ بہت سی چیزیں سمجھ آنے لگی تھیں۔ بعض ایسی حقیقتیں اور سچائیاں بھی جنہیں پہلے اس کا دماغ سمجھنے سے قاصر تھا اسے مذہب سے کوئی لگاؤ نہیں تھا کیونکہ جس ماحول میں وہ رہتا تھا وہاں مذہب ایک دقیانوسی چیز سمجھی جاتی تھی بلال علی اور زرشی دونوں بہت لبرل تھے , شاید یہ کہنا بالکل غلط نہیں ہوگا کہ وہ دونوں صرف نام کی حد تک مسلمان تھے وہ دونوں اپنے اصولوں اور خواہشات کے مطابق اپنے جیسے لوگوں کے ساتھ زندگی گزار رہے تھے اور جس سوسائٹی میں وہ رہتے تھے وہاں کبھی بھی کسی

کوخدا کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی تھی وہاں کام نکلوانے کے لیے یا تو روپے کی ضرورت ہوتی تھی یا تعلقات کی اور یہ دونوں چیزیں لوگوں کوزمین پر ہی مل جاتی تھیں, اس لیے کسی کو کبھی خدا کے سامنے گڑگڑانے کی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوتی تھی۔

بلال علی اورزرشی نے یہی مذہبی آزادی حدید کو بھی دی تھی بچپن میں اسے ایک مولوی صاحب نے گھر آ کرقرآن پاک پڑھا دیا تھا تب اس کی عمرنو سال تھی بلال علی کا خیال تھا کہ انہوں نے مذہب سے متعلق اپنے سارے فرائض ادا کر دیے تھے حدید نے کبھی بھی نماز پڑھنے کی کوشش نہیں کی تھی مگر ہر بار جب اس کے امتحانات ہو رہے ہوتے یا جب زرشی اور بلال علی میں بہت زیادہ جھگڑا ہوتا تو پھر وہ لاشعوری طور پر خدا سے سب کچھ ٹھیک ہو جانے کی دعا ضرور کرتا, مگر کبھی بھی اسے یہ نہیں لگا تھا کہ اس کی دعا قبول ہوئی تھی بلال علی اور زرشی کے جھگڑے ہمیشہ اسی رفتار کے ساتھ ہوتے رہے تھے اور امتحان میں وہ ہمیشہ دوسری یا تیسری پوزیشن ہی

لے پاتا۔ پہلی پوزیشن صرف ایک خواب ہی رہی تھی مگر وہ پھر بھی اکثر خدا سے دعا ضرور مانگا کرتا تھا خاص طور پر تب جب وہ بہت تنہائی محسوس کر رہا ہوتا۔

اولیولز میں پہنچنے تک وہ بہت میچور اور سنجیدہ ہو چکا تھا اور اولیولز کے دوران ہی اس کی زندگی میں بھی ایک بہت بڑی تبدیلی آئی تھی۔

اس رات وہ کھانا کھانے کے بعد اپنے کمرے میں گیا تھا جب ملازم اس کے پیچھے ہی آ گیا تھا۔ آپ کا فون ہے اس نے حدید کو اطلاع دی تھی حدید باہر لاؤنج میں آ گیا تھا اس کے دوست اکثر اسی وقت فون کیا کرتے تھے اس رات بھی اس نے یہی سوچ کر فون اٹھایا تھا کہ اس کے کسی دوست نے اسے فون کیا ہوگا, مگر ریسیور پر آنے والی آواز سن کر اسے جھٹکا لگا تھا وہ کوئی لڑکی تھی۔

کیسے ہو حدید؟ آواز میں بلا کی بے تکلفی تھی وہ کچھ حیران ہوا تھا۔

سوری میں نے آپ کو پہچانا نہیں اس نے کچھ ہچکچاتے ہوئے کہا تھا۔

اور یہ بڑے افسوس کی بات ہے دوسری طرف سے جواب بڑے شرارت آمیز لہجے میں دیا گیا تھا وہ چند لمحوں کے لیے کچھ بول نہیں سکا۔

دیکھیں میں نے واقعی آپ کو نہیں پہچانا, آپ پلیز اپنا نام بتا دیں اس نے چند لمحوں کے توقف کے بعد کہا تھا۔

تم مجھے کسی بھی نام سے بلا سکتے ہو ۔حدید اس بار جواب سے کچھ اور الجھا تھا چلو پریشان مت ہو تم مجھے ٹینا کہہ سکتے ہو وہ شاید اس کی الجھن سمجھ گئی تھی لیکن میں تو کسی ٹینا کو نہیں جانتا ۔

کوئی بات نہیں آہستہ آہستہ جان جاؤ گے اور میں نے اسی لیے تو فون کیا ہے ۔دیکھیں آپ کو شاید کوئی غلط فہمی ہوئی ہے آپ مجھے بتائیں آپ نے کس نمبر پر رنگ کیا ہے۔

دوسری طرف سے اس لڑکی نے پورے اطمینان سے گھر کا فون نمبر بتا دیا تھا اب اس بات میں تو کوئی شبہ نہیں رہا تھا کہ اس نے پوری طرح سوچ سمجھ کر ہی وہاں فون کیا تھا۔ اگر چاہو تو گھر کا پتا بھی بتا سکتی ہوں ۔دوسری طرف سے فون نمبر بتانے کے بعد کہا گیا تھا اور پھر حدید کے گھر کا پتا اس لڑکی نے دہرایا تھا فوری طور پر حدید کی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ کیا کرے, جو لڑکی اس کا ایڈریس تک جانتی تھی اور پتہ نہیں کیا کیا جانتی تھی۔

آپ کیا چاہتی ہیں؟ اس نے بے حد محتاط ہو کر پوچھا تھا۔

بہت سی چیزیں سب سے پہلی چیز تو یہ کہ مجھے آپ کے بجائے تم کہہ کر مخاطب کرو، دوسری چیز یہ کہ تم سے باتیں کروں

بالکل ایک دوست کی طرح , یوں جیسے ہم بہت دیر سے ایک دوسرے کو جانتے ہیں ۔دیکھیں آپ مجھے غلط سمجھ رہی ہیں میں ایسا ویسا لڑکا نہیں ہوں ۔

لیکن میں ایسی ویسی لڑکی ہوں دوسری طرف سے قہقہہ لگا کر کہا گیا تھا۔

حدید نے فون بند کر دیا تھا لیکن ریسیور کریڈل پر رکھتے ہی ایک بار پھر فون کی گھنٹی بجنے لگی تھی حدید نے کچھ ڈرتے ڈرتے فون اٹھایا تھا اور اس کا خدشہ درست تھا دوسری طرف پھر وہی تھی۔ حدید نے اس بار فون بند کرنے کے بعد ریسیور کریڈل پر نہیں رکھا ۔

اپنے کمرے میں آنے کے بعد وہ بہت دیر تک سو نہیں سکا تھا یہ اس کی زندگی میں پہلی بار ایسا ہوا تھا کہ اس طرح کی کوئی لڑکی اس سے یوں بات کرتی اسے حیرانگی ہو رہی تھی کہ وہ لڑکی اس کا نام

اور گھر کا پتا کیسے جانتی ہے اور آخر وہ کیا چاہتی تھی وہ بہت دیر تک اس کے بارے میں سوچتا رہا تھا ۔

وہ کیا چاہتی تھی, اگلے چند دنوں میں یہ اس پر واضح ہو گیا تھا ایک بار اسکول سے گھر آنے کے بعد فون کی گھنٹی بار بار بجتی رہی۔ اس نے ملازم کو کہہ دیا تھا کہ کسی لڑکی کے فون پر اسے نہ بلائے لیکن اس لڑکی کے پاس شاید فون کرنے کے علاوہ اور کوئی کام نہیں تھا۔ وہ اس وقت تک فون کرتی رہتی جب تک مجبور ہو کر ملازم حدید کو بلا نہ لاتا۔ کچھ دیر وہ جھلاتا، اسے جھڑکتا، اس کی گفتگو سنتا رہتا اور پھر وہ فون بند کر دیتا۔

وہ اس سے عجیب احمقانہ باتیں پوچھتی رہتی تھی جیسے آج تم نے لنچ پر کیا کھایا ہے؟ کس طرح کے کپڑے پہنے ہیں؟ رات کو کھانے میں کیا کھاؤ گے؟ ٹی وی پر کوئی پروگرام دیکھا ہے۔ وہ اس کے سوالوں سے اکتا جاتا مگر وہ مسلسل سوال کرتی رہتی اور وہ مجبوراً جواب دیتا رہتا۔

اسے اندازہ نہیں ہوا کب کیوں اور کیسے مگر اسے اس لڑکی کے فون کی عادت ہو گئی تھی اور اس بات کا پتا اسے تب چلا تھا جب ایک دن اس کا فون نہیں آیا تھا۔ وہ لاشعوری طور پر اس کے فون کا انتظار کرتا رہا تھا۔ مگر وقت آہستہ آہستہ گزرتا گیا تھا۔ ایک گھنٹہ دو گھنٹے تین گھنٹے اور پھر شام ہو گئی تھی اور رات دس بجے تک وہیں لاؤنج میں فون کے پاس بیٹھا رہا تھا مگر فون نہیں آیا تھا۔

اس رات اس نے سوتے وقت خود کو پہلے سے بھی زیادہ اداس، تنہا اور بے چین محسوس کیا تھا۔ پھر تین دن تک اس کی یہی حالت رہی تھی اس لڑکی نے تین دن تک فون نہیں کیا تھا اور وہ تین دن میں فون کے علاوہ جیسے سب کچھ بھول گیا تھا۔ اسکول سے آنے کے بعد وہ سارا دن وہیں لاؤنج میں فون کا انتظار کرتا رہا اور تب پہلی بار اسے اندازہ ہوا تھا کہ لڑکی کی آواز اور فون کال اس کی زندگی کا کتنا اہم حصہ بن چکا تھا۔

چوتھے دن جب وہ اسکول سے گھر آیا تھا اور لنچ کر رہا تھا تو

اس نے لاؤنج میں فون کی گھنٹی سنی تھی۔ وہ بے اختیار چمچ پلیٹ میں پھینک کر بھاگتا ہوا لاؤنج میں گیا تھا۔فون پر وہی آواز تھی۔

تین دن سے کہاں تھیں تم؟

وہ آواز سنتے ہی چلایا تھا۔ دوسری طرف سے قہقہہ لگایا تھا۔

اس کا مطلب ہے کہ تم نے میری کمی محسوس کی؟ وہ چپ ہو گیا تھا۔ وہ سچ کہہ رہی تھی۔

بتاؤ نا خاموش کیوں ہو؟ تم نے مس کیا مجھے؟ وہ ہنستے ہوئے پوچھ رہی تھی۔

ہاں میں نے تمہیں بہت مس کیا۔تم کہاں تھیں۔ اس نے اعتراف کرتے ہوئے کہا۔

میں مری گئی ہوئی تھی اپنی فیملی کے ساتھ۔

مگر تم مجھے بتا تو سکتی تھیں یا کم از کم وہاں سے فون تو کر سکتی تھیں۔اس نے احتجاج کیا تھا۔

اگلی دفعہ میں تمہیں بتا کر جاؤں گی۔اس نے جیسے حدید کو تسلی دینے کی کوشش کی تھی۔حدید خاموش ہو گیا تھا اور ان تین دنوں کے بعد حدید کی زندگی میں سب کچھ بدل گیا تھا۔چودہ سال کی عمر میں وہ جس سے محبت میں گرفتار ہوا تھا۔وہ اس سے ایک سال بڑی تھی مگر حدید کو اس بات کی پرواہ نہیں تھی۔شروع میں ان دونوں کی گفتگو صرف فون پر ہوا کرتی تھی اور پھر آہستہ آہستہ ٹینا نے اسے بتا دیا تھا کہ وہ اسی کے اسکول میں پڑھتی تھی حدید اسے دوسرے لڑکوں سے بہت مختلف لگا تھا اور اس کا دل چاہا تھا کہ وہ اس سے دوستی کرے اور پھر اس نے حدید کے بارے میں معلومات اکٹھی کرنی شروع کر دی تھیں اور نتیجہ وہ کال تھی جو اس نے پہلی بار حدید کو کی تھی۔

وہ دونوں اب اسکول میں بھی ملا کرتے تھے اور پھر آہستہ

آہستہ یہ ملاقاتیں گھر سے باہر بھی ہونے لگی تھیں۔اسے ٹینا کی ہر بات پسند تھی۔ ہر انداز بھاتا تھا وہ ان لڑکیوں میں سے نہیں تھی جنہیں آسانی سے بھلایا جا سکے۔

پہلی بار جس کے ساتھ حدید نے اپنی ہر بات شیئر کی تھی۔ وہ ٹینا ہی تھی۔اس نے اسے ہر بات بتا دی تھی۔اپنا بچپن،اپنی تنہائی ،اپنی خواہشات اور،اوراپنے والدین اس نے ہر ایک کے بارے میں اسے سب کچھ بتا دیا تھا۔ وہ ہمیشہ بڑی ہمدردی سے اس کی باتیں سنتی اوراسے تسلیاں دیتی رہتی۔

خود وہ بھی دو بھائیوں کی اکلوتی بہن تھی۔اس کے ڈیڈی بھی بزنس کرتے تھےاوراس کی ممی بھی کافی سوشل تھیں لیکن حدید کی ممی کی طرح وہ گھر سے باہر بہت زیادہ ایکٹیو نہیں تھیں اور نہ ہی انہوں نے گھر کواس کی ممی کی طرح بالکل نظر انداز کیا ہوا تھا۔لیکن اس کے باوجود بھی اسی تنہائی اورڈپریشن تھی جس کا سامنا حدید کررہا تھا۔دونوں گھنٹوں بیٹھے ایک دوسرے کواپنے گھر اورگھر والوں کے

حالات بتاتے رہتے۔

کیا بات ہے حدید؟ بہت پریشان ہو؟ اس دن بریک میں ٹینا نے اسے دیکھتے ہی پوچھا تھا۔

پاپا ممی کو طلاق دینا چاہتے ہیں۔

دینے دو، یہ ان کا مسئلہ ہے تم کیوں پریشان ہو رہے ہو؟ حدید نے حیرانی سے ٹینا کے اطمینان کو دیکھا تھا۔

ٹینا یہ ان کا مسئلہ نہیں ہے۔ یہ میرا مسئلہ ہے۔ وہ میرے پیرنٹس ہیں۔

تو پھر؟

میں ان کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ ٹینا سنجیدگی سے کچھ دیر اسے دیکھتی رہی تھی۔

ہاں اس حقیقت کے باوجود کہ۔ حدید نے اس کی بات کاٹ دی تھی۔

انہوں نے مجھے ہمیشہ نظر انداز کیا ہے، میں چاہتا ہوں کہ وہ اکٹھے رہیں۔

صرف تمہارے چاہنے سے کیا ہو گا۔ وہ تم سے پوچھ کر تو کوئی فیصلہ نہیں کریں گے۔

پھر مجھے بتاؤ ٹینا میں کیا کروں۔ میں ان دونوں کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ میں ان میں سے کسی ایک کو بھی کھونا نہیں چاہتا۔ اس نے بے چارگی سے کہا تھا۔

حدید دو برے والدین سے ایک اچھا باپ بہتر ہے۔ جس طرح کی زندگی تم گزار رہے ہو۔ اس سے بہتر ہے کہ تم ان دونوں کو الگ ہو جانے دو کم از کم تمہیں ان روز بروز کے جھگڑوں سے تو نجات مل جائے گی۔

ٹینا تم یہ سب کچھ نہیں سمجھ سکتیں تم کچھ بھی سمجھ نہیں سکتیں۔ وہ اکٹھے رہیں گے تو کبھی نہ کبھی ایک دوسرے کو سمجھ جائیں گے۔ کبھی نہ کبھی ایک دوسرے کی عزت کرنے لگیں۔ ڈائی ورس ہونے کے بعد تو مجھے خوف آتا ہے ٹینا وہ الگ ہو جائیں گے تو میرا کوئی گھر نہیں رہے گا۔ وہ دونوں اپنی نئی دنیا میں مصروف ہو جائیں گے وہ مجھے بھول جائیں گے۔

ٹینا نے اسے ہمدردی سے دیکھا تھا۔ اسے حدید پر ترس آ رہا تھا۔ انہیں جو کرنا ہے وہ کریں گے تمہارے کہنے سے کوئی نہیں رکے گا۔ ان کے درمیان ہم آہنگی ہونی ہوتی تو بہت پہلے ہو جاتی۔ سولہ سترہ سال ایک لمبا عرصہ ہوتا ہے جو کپل اتنا عرصہ اکٹھے رہنے کے بعد بھی اس طرح کی زندگی گزاریں، وہ اگلے سولہ سترہ سال بھی اسی طرح گزارتے ہیں۔ تم ان دونوں کے بارے میں سوچ سوچ کر خود کو پریشان مت کرو، تم اپنی زندگی کے بارے میں سوچو اپنے لیے ایکٹیوٹیز ڈھونڈو۔ یہ سب کچھ صرف تمہارے ساتھ ہی نہیں ہو

رہا بہت سے لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے اوران میں سے کوئی بھی مرتا نہیں سب زندہ رہتے ہیں۔

ٹینا اسے کسی بڑے کی طرح سمجھا رہی تھی اور وہ بے بسی سے اس کی باتیں سن رہا تھا۔ بریک ختم ہونے کے بعد وہ اپنی کلاس میں آ گیا تھا۔

اگلے چند ہفتوں میں گھر میں ہونے والے جھگڑوں میں شدت آ گئی تھی۔ زرشی اور بلال علی جیسے پوائنٹ آف نو ریٹرن پر پہنچ چکے تھے۔ دونوں طرف سے ایک دوسرے پر الزامات کی بارش کی جاتی تھی۔ دونوں کے ہاتھ میں جو چیز آتی، وہ ایک دوسرے پر کھینچ مارتے، ہررات حدید گھنٹوں ننھے بچوں کی طرح اپنے تکیے میں منہ چھپا کر روتا رہتا۔ باہر سے آنے والی آوازیں اس کے اعصاب کو بری طرح متاثر کرتے بعض دفعہ اس کا دل چاہتا تھا وہ ہاتھ جوڑ کران دونوں کے سامنے جائے اورانہیں کہے کہ وہ یہ سب نہ کریں ہر باروہ صرف سوچ کر ہی رہ جاتا تھا۔ زرشی اور بلال

علی کو اگر اب تک کسی چیز نے اکٹھے رکھا ہوا تھا تو وہ ان کی مشترکہ جائیداد اور فیکٹری کے شیئرز میں ان کا حصہ تھا۔ دونوں فریق مخالف کی زندگی کو اس وقت عذاب بنا دیا چاہتے تھے کہ دوسرا خود ہی اسے زندگی سے نکال دے۔ زرشی چاہتی تھی بلال علی اسے خود طلاق دے دے۔ بلال علی چاہتا تھا زرشی خلع لے لے۔ کیونکہ اس صورت میں اسے زرشی کو کچھ دینا نہیں پڑتا تھا۔ جبکہ طلاق دینے کی صورت میں وہ ان کی جائیداد کا ایک بڑا حصہ لے جاتی اور حدید سوچتا تھا خوش رہنے کے لیے آخر آپ کو کسی چیز کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر محبت اور دولت بھی آپ کو اکٹھا نہیں رکھ سکتی تو پھر کون سی چیز رکھ سکتی ہے۔ وہ میگزینز اور نیوز پیپرز میں نت نئے ماڈلز کے ساتھ اپنی ماں کے اسکینڈلز کی خبریں پڑھتا اور ہر خبر زرشی کو نہیں خود اسے اپنی نظروں سے گرا دیتی، ہر نئے اسکینڈل کے بعد اس کے لیے اسکول جانا دنیا کا سب سے مشکل کام ہوتا۔ اس کے کلاس فیلوز اس کی ماں کے حوالے سے اس سے کچھ پوچھتے اور اس پر جیسے گھڑوں پانی پڑ جاتا۔ اس کے کلاس فیلوز اس کی ماں کی فیگر اور گلیمر کی تعریف کرتے اور

اس کا خون کھولنے لگتا۔اس کے لیے زرشی کا نام اور حوالہ جیسے ایک گالی بن گیا تھا اور زرشی اس بات پر نازاں تھی۔

کہ وہ فیشن ڈیزائننگ کی دنیا ایک بڑا نام ہے اس نے فیشن انڈسٹری کو ایک نیا ٹرینڈ دیا تھا۔اس کا نام سن کر لوگ منہ مانگی قیمت پر اس کے منعقد کردہ فیشن شوز کی ٹکٹیں خرید لیتے تھے۔اس کے تیار کردہ کپڑے پہننا عورتیں اپنے لیے اعزاز سمجھتی تھیں۔

میں تمہارے نام سے پہچانی نہیں جاتی علی تم میرے نام سے جانے جاتے ہو۔وہ ہر جھگڑے میں بلال علی کو یاد کروانا نہ بھولتی اور اس کا یہ جملہ جیسے جلتی پر تیل کا کام کرتا تھا، بلال علی مزید بھڑک اٹھتا تھا۔

حدید نہیں جانتا تھا کہ اولیولز کے بعد اے لیولز کے لیے اسے باہر بھیجنے کا فیصلہ کس کا تھا۔اسے صرف اولیولز کا رزلٹ آنے کے بعد بلال علی نے اس بات کی اطلاع دی تھی۔اس نے ہمیشہ کی

طرح خاموشی سے سر جھکا دیا تھا۔

انگلینڈ جانے سے پہلے وہ ٹینا سے ملا تھا، سترہ برس کی عمر میں اس نے پہلی بار کسی لڑکی کو پرپوز کیا تھا۔

کیا تم چند سال میرا انتظار کر سکتی ہو؟ صرف چند سال۔

ایک ریسٹورنٹ میں لنچ کرتے ہوئے اس نے ٹینا سے پوچھا تھا۔وہ مسکراتے ہوئے اسے دیکھتی رہی۔

صرف چند سال ؟ میں ساری زندگی تمہارا انتظار کر سکتی ہوں اگر مجھے یہ یقین ہو کہ تم واپس ضرور آؤ گے۔

مجھ پر یقین کرو ٹینا آئی سوئیر میں واپس ضرور آؤں گا۔

اس نے بے تابی سے کہا تھا۔

ٹینا نے ٹیبل پر رکھے ہوئے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا تھا۔آل رائٹ میں تمہارا انتظار کروں گی۔

اس نے کہا تھا اور اس دن وہاں ریسورنٹ میں بیٹھے بیٹھے انہوں نے اپنی زندگی کے بہت سے اہم فیصلے کر لیے تھے۔

ہم دونوں آپس میں کبھی جھگڑا نہیں کریں گے کبھی ایک دوسرے پر چلائیں گے نہیں۔ ہم اپنے پیرنٹس سے مختلف زندگی گزاریں گے بالکل مختلف، ایک دوسرے کی بات سنیں گے ایک دوسرے کی عزت کریں گے۔ ہمارا گھر گھر ہوگا زمین کا ٹکرا نہیں، ہم کبھی ایک دوسرے سے علیحدہ نہیں ہوں گے۔ ہم کبھی اپنے بچوں کے ساتھ وہ سب نہیں کریں گے جو ہمارے پیرنٹس نے ہمارے ساتھ کیا۔

وہاں انہوں نے مل کر بہت سے خواب بنے تھے، ہر خواب کو خواہش کی تار سے بنایا گیا تھا ہر تار کو امید کی سوئی سے جوڑا گیا تھا۔

اس رات دو بجے کی فلائٹ سے انگلینڈ جاتے ہوئے وہ

اگر خوش نہیں تھا تو کم از کم پرسکون ضرور تھا۔

زندگی میں ایک دم ہی جیسے کوئی مقصد آ گیا تھا، مجھے اسٹڈیز میں بہت محنت کرنی ہے کیونکہ مجھے ٹینا کو بہت کچھ دینا ہے اور وہ سب کچھ میرا اپنا ہوگا میرے پیرنٹس کا نہیں۔

پلین میں آنکھیں بند کر کے سونے سے پہلے اس نے جیسے خود سے ایک وعدہ کیا تھا۔

انگلینڈ میں اس کی زندگی بہت مصروف تھی۔ مگر اس کے باوجود وہ ٹینا سے مسلسل رابطہ رکھے ہوئے تھا ہر ویک اینڈ پر وہ اسے فون کرتا اور ہفتہ میں دو بار اسے خط لکھتا۔ اس نے اب اپنے پیرنٹس کے بارے میں پہلے کی طرح پریشان ہونا چھوڑ دیا تھا۔ وہ ان کے بارے میں کچھ سوچنا نہیں چاہتا تھا۔ ان سے اس کی بے زاری کچھ اتنی ہی بڑھ گئی تھی۔

اس دن اس نے کے نانا نے اسے فون کیا تھا۔

حدید زرشی پر کسی نے فائرنگ کی ہے وہ زخمی ہے ہاسپٹل میں ایڈمٹ ہے۔ان کی آواز میں گھبراہٹ تھی، حدید کے پیروں تلے سے جیسے زمین نکل گئی تھی۔

نانا یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ مجھے کسی نے کچھ نہیں بتایا۔اسے اس خبر کی صداقت پر یقین نہیں آ رہا تھا۔

حدید میں سچ کہہ رہا ہوں۔تم پاکستان فون کر کے اپنے فادر سے پوچھ لو مجھے بلال نے ہی فون پر اطلاع دی ہے۔

حدید نے مزید کچھ کہے بغیر فون بند کر دیا تھا اور پاکستان کال کرنے لگا تھا بلال علی سے رابطہ کرنے پر اس خبر کی تصدیق ہو گئی تھی۔

تم پریشان مت ہو حدید زرشی ٹھیک ہے گولی صرف بازو کو چھوتے ہوئے گزر گئی ہے۔وہ کل گھر آ جائے گی۔وہ بالکل بھی فکر مند نہیں لگ رہے تھے۔

پاپا میں واپس آنا چاہتا ہوں پلیز میری سیٹ بک کروا دیں میں، میں ممی کو دیکھنا چاہتا ہوں۔

اس نے اصرار کیا تھا۔

میں نے تمہیں بتایا ہے نا کہ زرشی ٹھیک ہے۔تم فکر مت کرو۔تمہارے پیپرز ہونے والے ہیں۔اس طرح تم سب کچھ چھوڑ کر کیسے آ سکتے ہو؟

بلال علی کی آواز میں اب ناراضگی تھی۔مگر حدید پر اس کا اثر نہیں ہوا تھا۔

پاپا میں صرف چند دن کے لیے آنا چاہتا ہوں پھر واپس چلا جاؤں گا پلیز میری سیٹ بک کروا دیں۔

اس نے بلال علی سے اتنا اصرار کیا تھا کہ وہ اس کی بات ماننے پر مجبور ہو گئے تھے۔

وہ اگلے دن پاکستان واپس آ گیا تھا۔زرشی کو دیکھ کر اسے تسلی ہوئی تھی۔وہ گھر آ چکی تھی اور بازو پر بندھی ہوئی ایک بینڈ تج کے علاوہ بالکل ٹھیک تھی لیکن اس کا رویہ بہت عجیب تھا۔

میں جانتی ہوں۔مجھ پر کس نے فائرنگ کی ہے اور میں اسے معاف نہیں کروں گی۔اس نے حدید سے کہا تھا۔

ممی آپ پر کس نے فائرنگ کروائی ہے اگر آپ جانتی ہیں تو پلیز پولیس کو بتائیں تاکہ وہ ان لوگوں کو پکڑ سکے۔حدید بے حد پریشان ہو گیا تھا۔

ہر کام پولیس کو نہیں کرنا ہوتا۔بعض کام خود کرنے چاہئیں۔ اس کا لہجہ بہت عجیب تھا۔

آپ پاپا کو بتائیں،وہ کچھ نہ کچھ ضرور کر لیں گے۔حدید نے اصرار کیا تھا۔

بلال علی وہ تو۔ زرشی کچھ کہتے کہتے رک گئی تھی، اس نے حدید کا چہرہ بہت غور سے دیکھا تھا۔

یہ سب تمہارے باپ نے کروایا ہے اور اب میری باری ہے۔ وہ دم بخود ہو گیا تھا۔

میں جانتی ہوں۔ تمہیں یقین نہیں آ رہا۔ کسی کو بھی یقین نہیں آئے گا مگر یہ سب تمہارے باپ نے کیا ہے۔

ممی وہ وہ کیوں کیوں آپ کو I DONT BELIVE IT مجھے یقین ہے آپ کو ضرور کچھ غلط فہمی ہو گئی ہے۔

مجھے کوئی غلط فہمی نہیں ہوئی۔ سمجھے اگر شک ہے تو اپنے باپ سے پوچھو۔

زرشی نے اس کا ہاتھ جھٹکتے ہوئے کہا تھا۔ وہ سیدھا بلال علی کے پاس فیکٹری میں چلا آیا تھا۔

تمہاری ماں کو عادت ہے۔اس طرح کی بکواس کی تم اس کی باتوں پر دھیان مت دو۔ بلال علی نے اس کے سوال کے جواب میں اطمینان سے کہا تھا۔

مگر پاپا وہ کسی وجہ کے بغیراس طرح کا الزام کیوں لگائیں گی۔

اس عورت کا دماغ خراب ہو چکا ہے، وہ کسی کے بارے میں کسی بھی وقت کچھ بھی کہہ سکتی ہے۔

مگر پاپا، بلال علی نے تیزی سے اس کی بات کاٹ دی تھی۔

اس کے ساتھ یہ سب کچھ اس کی اپنی حرکتوں کی وجہ سے ہوا ہے تم جانتے ہو، اس حادثے کے وقت وہ کس حالت میں تھی۔ رات کے دو بجے وہ شراب پی کر ایک ماڈل کے ساتھ گاڑی میں پھر رہی تھی۔اس کے بقول وہ اس کا دوست ہے اور زرشی کے ایسے

کتنے دوست ہیں یہ تم مجھ سے بہتر جانتے ہو گے اب اگر ان میں سے کسی نے رقابت کی بناء پر یہ کام کیا ہے تو وہ اس کا الزام میرے سر نہیں تھوپ سکتی مجھے اگر اسے قتل کروانا ہوتا تو بہت عرصے پہلے کروا چکا ہوتا تیس سال انتظار نہ کرتا۔

انہوں نے اپنی صفائی میں اور کچھ بھی کہا تھا۔حدید ان کے آفس سے نکلنے کے بعد گھر نہیں گیا تھا۔وہ سیدھا ٹینا کے پاس گیا تھا۔

حدید تم ان سب باتوں کو ذہن پر سوار مت کرو تم بس اپنی اسٹڈیز پر دھیان دو۔تم واپس انگلینڈ جا کر اے لیولز کے پیپرز دو۔ اپنے پیرنٹس کے بارے میں تم کچھ نہیں کر سکتے۔ ٹینا نے بڑی لاپروائی سے اسے سمجھایا تھا۔

ٹینا میں کسی چیز پر ذہن مرکوز نہیں کر پا رہا۔میں ان دونوں کے لئے فکرمند ہوں جس نے ممی پر اس بار فائرنگ کروائی ہے،وہ یہ

حرکت دوبارہ بھی کروا سکتا ہے۔ممی کا خیال ہے کہ یہ سب پاپا نے کروایا ہے اور وہ اب اس کا بدلہ لینا چاہتی ہیں مجھے نہیں پتا کہ ان دونوں میں سے کون سچا اور جھوٹا ہے مگر وہ دونوں میرے پیرنٹس ہیں ان کے ساتھ میرا خون کا رشتہ ہے۔ان میں سے جس کو بھی نقصان پہنچے گا،تکلیف تو مجھے ہو گی۔

میری سمجھ میں نہیں آتا حدید کہ تمہارے پاس اپنے ماں باپ کے علاوہ اور کوئی ٹاپک کیوں نہیں ہے۔تم ہمیشہ ان ہی کے قصے لے کر بیٹھے رہتے ہو،کیا تم مجھ سے اور بات نہیں کر سکتے بلیو می۔حدید نے حیرانی سے اسے دیکھا تھا۔اس کے چہرے پر بیزاری نمایاں تھی۔

ٹینا وہ میرے پیرنٹس ہیں مجھے ان سے محبت ہے۔

تمہاری زبان پر ہر وقت بس ایک ہی جملہ ہوتا ہے۔وہ میرے پیرنٹس ہیں۔مجھے ان سے محبت ہے۔تمہیں ان کے علاوہ

کسی اور سے محبت نہیں ہے۔

ٹینا تمہیں کیا ہو گیا ہے تم کیا کہہ رہی ہو۔

حدید کو اس کے بدلے ہوئے لہجے پر حیرانی ہو رہی تھی۔

میں ٹھیک کہہ رہی ہوں۔ تمہیں مجھے محبت کا جھانسا نہیں دینا چاہئے تھا۔ تمہارے لئے تمہارے پیرنٹس کی محبت ہی کافی ہے۔ تمہیں تو کسی دوسری محبت کی ضرورت ہی نہیں ہے۔

تمہیں کیا ہو گیا ہے ٹینا، اتنے سالوں سے ہم دونوں مل رہے ہیں، اتنے سالوں میں تمہارے پاس اپنے ماں باپ کے قصے کے علاوہ اور کون سا ٹاپک تھا۔ ہر چیز کی ایک حد ہوتی ہے، تمہارا خیال ہے دنیا میں ہر کوئی خوش ہے، اگر کسی پر قیامتیں ٹوٹی ہیں تو وہ صرف تم ہو۔

ٹینا کی تلخی آج عروج پر پہنچی ہوئی تھی اور وہ چپ چاپ

اسے دیکھتا جا رہا تھا۔ یقیناً وہ کسی وجہ سے پریشان ہوگی ورنہ ٹینا ایسی تو نہیں تھی۔ وہ خود کو تسلی دے رہا تھا، بہت دیر تک اسے جلی کٹی سنانے کے بعد شاید ٹینا کو اس کی خاموشی کا احساس ہو گیا تھا اور وہ آہستہ آہستہ ٹھنڈی ہو گئی تھی۔

آئی ایم سوری حدید مجھے غصہ آ گیا تھا۔ اس نے بالآخر اس سے کہا تھا اور حدید نے خوشدلی سے اسے معاف کر دیا تھا۔ وہ ایک بار پھر ایک دوسرے سے بات کرنے لگے تھے۔

میں اے لیولز مکمل کرنے کے بعد واپس آ جاؤں گا۔ باقی تعلیم یہیں مکمل کروں گا۔ ریسٹورنٹ سے نکلتے ہوئے اس نے ٹینا سے کہا تھا۔

تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ نہیں میرا دماغ خراب نہیں ہوا۔ شاید میرے یہاں رہنے کی وجہ سے وہ دونوں ایک دوسرے کو نقصان پہنچانے کی کوشش نہ کریں۔ میں ان دونوں کو اس طرح ایک

دوسرے کی جان لینے کے لئے نہیں چھوڑ سکتا۔ وہ بہت سنجیدہ تھا۔

اور تمہارا کیریر تم نے اس کے بارے میں کیا سوچا ہے۔ ٹینا ایک بار پھر تلخ ہو گئی تھی۔

میں اپنا ایم سی ایس یہاں بھی کر سکتا ہوں۔

تم جانتے ہو، پاکستان کی ڈگری کی کیا ویلیو ہے

جانتا ہوں مگر بعض چیزیں ڈگریز سے زیادہ اہم ہوتی ہیں۔ میں اپنے پیرنٹس کے قریب رہنا چاہتا ہوں۔

اس کا لہجہ بالکل قطعی تھا۔ ٹینا عجیب سے انداز میں اسے دیکھتی رہی تھی پھر اس نے کچھ اور نہیں کہا تھا۔

تین دن کے بعد وہ واپس انگلینڈ چلا گیا تھا۔ اے لیولز کے امتحان میں بہت کم عرصہ تھا اور وہ بلال علی کو بتا گیا تھا کہ وہ اے لیولز کے بعد پاکستان آ جائے گا۔ بلال علی نے فی الحال اس سے کوئی

بحث نہیں کی تھی۔انہوں نے سوچا تھا کہ جب وہ اے لیولز کر لے گا تو پھر وہ اس سے بات کریں گے۔

اے لیولز کے امتحانات سے فارغ ہونے کے بعد وہ اپنا سامان پیک کر کے ہاسٹل چھوڑنے کی تیاریوں میں مصروف تھا۔ جب پاکستان سے زرشی کا فون آیا تھا، اس نے اس کی سیٹ بک کروا کر اسے فوراً واپس آنے کے لئے کہا تھا۔حدید اس کے لہجے سے کھٹکا اس کے اصرار پر بھی زرشی نے اسے کچھ نہیں بتایا تھا۔

تم پاکستان آ جاؤ پھر تم سے بات ہوگی۔وہ ایک ہی جملہ کہہ رہی تھی۔

ممی پاپا تو ٹھیک ہیں۔اس کے دل میں اچانک ایک خدشہ ابھرا تھا۔

ہاں، وہ ٹھیک ہیں۔بس تم اگلی فلائٹ سے پاکستان آ جاؤ۔زرشی نے فون بند کر دیا تھا۔حدید نے اسی وقت بلال علی کے

موبائل پر کال کی تھی، مگر موبائل آف تھا۔ پھر اس نے وقفے وقفے سے انہیں کئی بار کال کی تھی، ہر بار موبائل آف ملا تھا۔ اس کے اضطراب میں اضافہ ہو چکا تھا۔ اس نے زرشی کو کال کی تھی۔

تمہارے پاپا کی طبیعت خراب ہے، وہ ہاسپٹل میں ہیں اس لئے موبائل آف ہے۔ زرشی نے اس کے اصرار پر بتایا تھا۔

پاپا کو کیا ہوا ہے۔ بلڈ پریشر کی وجہ سے ڈاکٹر نے ایڈمٹ کیا ہے۔ تم فوراً آ جاؤ۔ انہوں نے ایک بار پھر فون بند کر دیا تھا۔

جس وقت وہ لاہور ایر پورٹ پر اترا تھا۔ اس وقت وہ بے حد دباؤ میں تھا۔ اس کی چھٹی حس اسے کسی بات سے خبردار کر رہی تھی۔ زرشی نے اسے ائیر پورٹ پر ریسیو کیا تھا اور گاڑی میں اس کے سارے خدشات اس وقت صحیح ثابت ہو گئے تھے۔

تمہارے پاپا پر فیکٹری سے نکلتے وقت کسی نے فائرنگ کی ہے۔ انہیں سینے میں دو گولیاں لگی ہیں۔ ان کی حالت بہت خراب

ہے۔ڈاکٹر زان کی زندگی کے بارے میں زیادہ پرامید نہیں ہیں۔ زرشی نے گاڑی میں اسے بتانا شروع کیا تھا۔ وہ بہت دیر تک کچھ کہے بغیر اپنی ماں کا چہرہ دیکھتا رہا۔

یہ سب آپ نے کیا ہے، ہے نامی۔

بہت دیر بعد اس نے زرشی سے کہا تھا۔اسے اپنی آواز کسی کھائی سے آتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔زرشی اس کی بات پر ہکا بکا رہ گئی تھی۔ چند لمحوں بعد بھرائی ہوئی آواز میں اس نے کہنا شروع کیا تھا۔

حدید میں نہیں جانتی تھی کہ تم بھی میرے بارے میں اس طرح سوچو گے جیسے باقی سوچ رہے ہیں۔ میں بلال علی کی طرح ظالم اور خودغرض نہیں ہوں۔تمہارے باپ نے تین ماہ پہلے مجھے بتائے بغیر دوسری شادی کر لی اور اب وہ عورت اور اس کی فیملی مجھے برباد کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔انہوں نے ایف آئی آر میں اس

فائرنگ کے لئے مجھے ذمہ دار قرار دیا ہے۔ تمہاری دونوں پھپھو بھی اس کا ساتھ دے رہی ہیں۔ وہ سب لوگ مجھے ہر چیز سے محروم کر دینا چاہتے ہیں۔ وہ مجھے بھکاری بنا دینا چاہتے ہیں۔

زرشی اب زاروقطار رو رہی تھی۔

تم میرا واحد سہارا ہو، میرا خیال تھا کہ تم مجھے سپورٹ کرو گے مگر تم بھی وہی سب کچھ کہہ رہے ہو جو وہ لوگ کہہ رہی ہیں۔

وہ اپنا سر پکڑے اس کی باتیں سن رہا تھا۔ باپ کے ساتھ ہونے والا حادثہ اگر اس کے لئے ایک شاک تھا تو باپ کی دوسری شادی اس سے بھی بڑا شاک تھا اور اس شادی کے لئے پاپا نے ممی سے چھٹکارا حاصل کرنے کی کوشش کی تھی۔ ممی نے اپنے اوپر ہونے والی فائرنگ کے بارے میں ٹھیک اندازہ لگایا تھا۔ یقیناً وہ پاپا نے ہی کروائی ہوگی اور کیا اب ممی نے......

وہ آگے کچھ نہیں سوچ سکا تھا۔ زرشی ساتھ والی سیٹ پر بیٹھی

سسکیوں سے رو رہی تھی۔

گاڑی کو ہاسپٹل لے چلیں۔اس نے سر اٹھا کر ڈرائیور سے کہا تھا۔

آئی سی یو کے شیشے سے اس نے پٹیوں اور نلکیوں میں جکڑے ہوئے بلال علی کو دیکھا تھا۔وہ دروازہ کھولنے کی ہمت نہیں کر سکا۔اس نے اپنے باپ کو پچھلے بہت سے سالوں میں کبھی اس طرح نہیں دیکھا تھا۔وہ گلاس ڈور پر دونوں ہاتھ رکھے اندر دیکھتا رہا تھا۔اپنے کندھے پر ہاتھ کا دباؤ پڑنے پر وہ مڑا تھا۔اس کی بڑی پھپھو روتے ہوئے اس کے ساتھ لپٹ گئی تھیں۔

دیکھ لو حدید تمہاری ماں نے میرے بھائی کے ساتھ کیا کیا۔

اس نے انہیں کہتے سنا تھا۔وہ کوئی جواب نہیں دے سکا، وہ کچھ کہنا چاہتا بھی نہیں تھا۔بہت فاصلے پر اس نے بہت سے

لوگوں کو دیکھا تھا۔اس کی دوسری پھپھو، ان کے شوھراور کچھ اور لوگ وہ سب شاید اس کے پاس آنا چاہتے تھے۔ وہ کسی سے ملنا نہیں چاہتا تھا۔ بڑی پھپھو کو خود سے الگ کر کے وہ آئی سی یو کے اندر داخل ہو گیا تھا۔ بلال علی کے بیڈ کے پاس جا کر اس نے ان کا چہرہ دیکھا تھا۔ وہ ریسپیریٹر کے زریعے سانس لے رہے تھے۔ وہ نہیں جانتا، وہ کتنی دیر ان کے پاس اس طرح کھڑا رہا تھا۔ کچھ ڈاکٹرز راؤنڈ پر آئے تھے اور ان میں سے ایک نے تسلی کے کچھ کلمات کہتے ہوئے اس کی پشت تھپتھپائی تھی۔

کیا آپ ان کو بچا سکتے ہیں۔

حدید نے خود کو کہتے سنا تھا۔

ہم صرف کوشش کر سکتے ہیں، باقی اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

داکٹر نے ہلکی آواز میں اس سے کہا تھا۔اس نے سر اٹھا کر ڈاکٹر کو دیکھا تھا۔

گاڈ۔اس کے ذہن میں ایک نام لہرایا تھا۔میں خدا سے دعا کروں گا کہ وہ۔۔۔۔۔وہ اپنی بات مکمل نہیں کر سکا تھا۔اس کی آواز بھرا گئی تھی۔

ڈاکٹر نے ایک بار پھر اس کی پشت تھپتھپائی تھی اور اسے لے کر آئی سی یو سے باہر آ گیا تھا۔وہ باہر کھڑے لوگوں کے پاس جانے کے بجائے انہیں نظر انداز کرتا ہوا ہاسپٹل کی پارکنگ میں آ گیا۔زرشی گاڑی میں اس کا انتظار کر رہی تھی۔

بلال علی کیسا ہے اس نے حدید کے گاڑی میں بیٹھتے ہی پوچھا تھا۔اس نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔اس نے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر لی تھیں۔

گھر پہنچ کر بھی وہ خاموش ہی رہا تھا۔اس نے زرشی سے کوئی بات نہیں کی تھی۔زرشی بے چین ہو گئی تھی۔

ممی میں بہت تھک گیا ہوں۔مجھے کچھ دیر سونے دیں۔

میں ابھی کوئی بات کرنا نہیں چاہتا۔اس نے گھر پہنچتے ہی زرشی سے کہا تھا اور اپنے کمرے میں چلا گیا تھا۔لیکن وہ کمرے میں جا کر سویا نہیں تھا۔وہ بہت دیر تک روتا رہا تھا۔

دنیا میں کچھ چیزیں صرف خدا ہی دے سکتا ہے اور اس میں ایک میرے پاپا کی زندگی بھی ہے اور میں یہ چیز خدا سے ہی مانگوں گا۔اس رات آٹھ بجے اپنے کمرے کے کارپٹ پر جائے نماز بچھاتے ہوئے اس نے سوچا تھا۔اسے نہیں یاد اس نے زندگی میں کبھی اس طرح گڑگڑاتے ہوئے خدا سے کچھ مانگا تھا۔جس طرح اس رات اس نے اپنے پاپا کی زندگی مانگی تھی۔

میں مسلمان ہوں اور میں نے زندگی میں کوئی بڑا گناہ بھی نہیں کیا اور مجھے تم سے اور اپنے پیغمبر سے محبت بھی ہے اور میں اپنے لئے نہیں اپنے فادر کے لئے تم سے کچھ مانگ رہا ہوں۔کیا اتنے حوالوں کے بعد بھی تم مجھے اسی طرح مایوس کر دو گے جس طرح تم مجھے بچپن سے کرتے آ رہے ہو۔اگر میرے باپ کو زندگی مل جائے

تو میں تم سے کبھی بھی اپنے لئے کچھ نہیں مانگوں گا کچھ بھی نہیں۔بس میرے پاپا ٹھیک ہو جائیں۔انہیں کچھ نہ ہو۔

وہ خدا کو پکارتا رہا، وہ روتا رہا تھا، گڑگڑاتا رہا تھا۔کبھی سجدے میں، کبھی ہاتھ اٹھا کر، کبھی قرآن پاک پڑھتے ہوئے، کبھی بچوں کی طرح ہچکیوں سے روتے ہوئے، کبھی کمرے کے چکر کاٹتے ہوئے۔

وہ ساری رات جاگتا رہا تھا۔صبح چار بجے ہاسپٹل سے فون آیا تھا۔اس نے لرزتے ہاتھوں سے فون ریسیو کیا تھا۔اس کا تعارف سننے کے بعد دوسری طرف سے کسی نے اطلاع دی تھی۔

آپ ہاسپٹل آ جائیں۔آپ کے فادر کی ڈیتھ ہو گئی ہے۔

وہ ریسیور ہاتھ میں لئے بہت دیر تک بے حس و حرکت کھڑا رہا تھا۔دوسری طرف سے فون بند کیا جا چکا تھا۔

تو خدا نے اس بار بھی میرے لئے کچھ نہیں کیا۔ حالانکہ میں نے اتنی دعائیں مانگی تھیں۔ کیا اتنی دعائیں مانگنے کے بعد بھی کوئی کسی کو اس طرح ٹھوکر مار سکتا ہے۔ میں نے خدا سے پاپا کی زندگی کی بھیک مانگی تھی خدا دوسروں کو بغیر مانگے خزانے دے دیتا ہے اور مجھے۔۔۔ مجھے اس نے بھیک میں بھی کچھ نہیں دیا۔

وہ بے یقینی کے عالم میں کھڑا تھا۔ میں۔۔۔ میں دوبارہ کبھی اس کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلاؤں گا۔ میں اب اس سے کچھ نہیں مانگوں گا۔ اس نے ہاتھ کی پشت سے آنکھیں صاف کرتے ہوئے طے کیا تھا اور فون کا ریسیور رکھ دیا۔

اگلے چند دن اس کے لئے بہت سخت تھے۔ بلال علی کی تدفین سے فارغ ہونے کے بعد اس کے گھر میں زبردست جھگڑا ہوا تھا۔

اس نے تدفین کے موقع پر ہی بلال علی کی دوسری بیوی کو

دیکھا تھا وہ تیس بتیس سال کی ایک خوبصورت لڑکی تھی اور بار بار غش کھا کے بے ہوش ہو رہی تھی۔ وہ حدید کی پھوپھو کے ساتھ آئی تھی اور زرشی کے اصرار کے باوجود حدید نے اسے اپنے گھر آنے سے نہیں روکا تھا۔ اسے اس عورت کو دیکھ کر غصہ بھی نہیں آیا تھا۔ بلال علی کی زندگی میں اس شادی پر شاید اس کا ردعمل کچھ اور ہوتا مگر اب سب کچھ اس کے لئے بے معنی ہو چکا تھا۔

سوئم والے دن بلال علی کی دوسری بیوی اور اس کے والدین نے جائیداد میں اپنے حصے کا مطالبہ کر دیا تھا اور وہ اس کام میں اکیلے نہیں تھے۔ حدید کی دونوں پھوپھیاں اور ان کے شوہروں نے بھی اپنے حصے کا مطالبہ کیا تھا۔ زرشی ضمانت قبل از گرفتاری کی وجہ سے اب تک پولیس کی گرفت میں آنے سے بچی ہوئی تھی لیکن خاندان کے سب لوگ حدید کو مجبور کر رہے تھے کہ وہ زرشی کو گرفتار کروا دے کیونکہ وہ سب ہی اسے بلال علی کی قاتلہ سمجھتے تھے۔

انگلینڈ سے حدید کے نانا اور نانی بھی آ چکے تھے اور سوئم

والے دن ان کے اور بلال علی کی دوسری بیوی اور حدید کی پھوپھیوں کے درمیان زبردست جھگڑا ہوا تھا۔ زرشی بلال علی کی دوسری بیوی اوراس کے والدین پر بلال علی کے قتل کا الزام عائد کر رہی تھی اوراس نے ان کے خلاف ایف آئی آر درج کروا دی تھی اور جواباً وہ لوگ بمعہ حدید کی پھوپھو کے زرشی پر یہ الزام عائد کر رہے تھے اوراسے بلال علی کی جائیداد سے دستبردار ہونے پر مجبور کر رہے تھے۔

حدید عجیب کشمکش کا شکار تھا۔ وہ کچھ طے نہیں کر پا رہا تھا کہ اسے کیا کرنا چاہیے۔ زرشی اپنے بے گناہ ہونے پر اصرار کر رہی تھی اور خود اس کا دل بھی یہ تسلیم نہیں کر رہا تھا کہ وہ ایسا کام کر سکتی ہیں دوسری طرف باقی سب لوگ۔

بلال علی کے وکیل نے جو وصیت ان سب کی موجودگی میں پڑھ کر سنائی تھی۔ وہ اس سے بھی زیادہ پریشان کن تھی۔ انہوں نے اپنی جائیداد کے بہت سے حصے کر دیئے تھے۔ کچھ جائیداد حدید کے

نام تھی کچھ اپنی دوسری بیوی کے کچھ اپنی دونوں بہنوں کے اور کچھ رقم اپنے ملازموں کے لیکن انہوں نے زرشی کے لئے کچھ بھی نہیں چھوڑا تھا۔ اسے انہوں نے اپنی جائیداد سے عاق کر دیا تھا انہوں نے ان چیزوں سے بھی زرشی کو محروم کرنے کو لکھا تھا جو پہلے ہی زرشی کی ملکیت میں تھیں یا ان دونوں کے نام تھیں یا پھر زرشی کے نام تھیں قانوناً وہ ایسا نہیں کر سکتے تھے مگر اپنی وصیت میں بلال علی نے وہ تمام چیزیں اپنی دوسری بیوی کے نام کر دی تھیں۔

اور یہ سب زرشی کو سیخ پا کرنے کے لئے کافی تھا۔ اس نے اپنے وکیل سے جائیداد کے حصول کے لئے مقدمہ کرنے کے لئے کہا تھا۔ لیکن وصیت کا اعلان کرنے کے تیسرے دن پولیس ضمانت ختم ہونے پر انہیں گرفتار کر کے لے گئی تھی۔ اس کی ضمانت کی معیاد میں عدالت نے اضافہ نہیں کیا تھا کیونکہ اس کے خلاف واقعات و شواہد بہت مضبوط تھے۔ زرشی کے ماں باپ اور حدید نے یہ گرفتاری رکوانے اور بعد میں انہیں رہا کروانے کے لئے بہت بھاگ دوڑ کی

تھی مگر کوئی فائدہ نہیں ہوا تھا۔

پولیس نے زرشی کا ریمانڈ حاصل کرلیا تھا۔ بلال علی کی دوسری بیوی اور بہنیں زرشی کو سزا دلوانے کے لئے سرتوڑ کوشش کر رہی تھیں کیونکہ زرشی کے مجرم ثابت ہو جانے کی صورت میں وہ آرام سے جائیداد کے مالک بن سکتے تھے۔

میں یہاں نہیں رہ سکتی۔ میں یہاں مر جاؤں گی۔ فار گاڈ سیک حدید مجھے یہاں سے نکال لو۔ کچھ بھی کرو مگر مجھے یہاں سے نکال لو۔

ہر بار ملاقات ہونے پر وہ حدید کے سامنے روتی اور گڑگڑاتی اور حدید بے بسی سے اسے تسلی دے کر آ جاتا۔ان دنوں اخبار زرشی اور بلال علی کے متعلق خبروں سے بھرے ہوئے تھے۔ زرشی کے بارے میں ہر نئی پتا چلنے والی بات کو مرچ مسالا لگا کر چھاپا جاتا تھا۔ ہر روز صبح اخبار دیکھ کر حدید کا دل چاہتا وہ کسی ایسی جگہ

بھاگ جائے جہاں کوئی انسان نہ ہو۔

ٹینا کا رویہ بھی بہت عجیب ہو چکا تھا۔ وہ اس سے ملنے سے کتراتی تھی صرف فون پر چند منٹ بات کرتی اور پھر کوئی نہ کوئی بہانا بنا کر فون بند کر دیتی۔ فیکٹری بند کی جا چکی تھی کیونکہ اس کی ملکیت کے بارے میں کورٹ میں کیس چل رہا تھا۔ سارے لاکرز اور اکاؤنٹس بھی فریز کر دیئے گئے تھے۔ حدید نانا سے ملنے والی رقوم سے کورٹ اور گھر کے اخراجات پورے کر رہا تھا۔

یہ سب میرے ساتھ لوگ نہیں، خدا کر رہا ہے۔ وہ ہر نئی پریشانی پر سوچتا۔

مگر اس کے لئے ابھی بہت سی مصیبتیں باقی تھیں۔

چھ ماہ بعد اچانک زرشی نے اقبال جرم کر لیا تھا۔ حدید اس خبر پر سکتہ میں آ گیا تھا۔ وہ جیل میں زرشی سے ملنے گیا تھا۔ اس نے اس بار پہلی دفعہ حدید سے نظریں نہیں ملائی تھیں۔ سلاخوں کے اس

پارو وہ سر جھکائے بیٹھی رہی تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ وہ اس سے کیا پوچھے اس سے کیا کہے۔

آپ نے مجھ پر بہت ظلم کیا۔

بہت دیر بعد اس نے کہا تھا اور زرشی نے سر اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔

آپ کو ان سے محبت نہیں تھی مگر وہ آپ کے شوہر تھے۔ آپ کو انہیں قتل کرنے کا کوئی حق نہیں پہنچتا تھا۔ مجھے یقین نہیں آتا کیا کوئی عورت ایسی ہوسکتی ہے۔

اس نے زرشی کی آنکھوں میں پانی امڈتے دیکھا تھا۔

ہر چیز کی ابتدا اس نے کی تھی۔ میں نے تو بس ۔۔۔۔۔

آپ ان کے ساتھ نہیں رہنا چاہتی تھیں تو ان سے طلاق لے لیتیں مگر آپ نے دولت کی خاطر طلاق لینے کے بجائے انہیں

مار دیا۔ آپ نے میرے باپ کو مار دیا۔ اب کہاں ہے وہ دولت جس کے لئے آپ نے؟ وہ بلند آواز میں چلایا تھا۔

میں اس کو قتل نہ کرتی تو وہ مجھے قتل کر دیتا۔ تم جانتے ہو اس نے مجھ پر حملہ کروایا تھا۔ میں اسے مارنا نہیں چاہتی تھی مگر اس نے میرے لئے دوسرا کوئی راستہ نہیں چھوڑا تھا۔ وہ اب رو رہی تھی۔

اگر کبھی میں آپ کے لئے دوسرا راستہ نہیں چھوڑوں گا تو کیا آپ مجھ کو بھی قتل کروا دیں گی۔ اس نے زہریلے لہجے میں پوچھا تھا۔

حدید! ہاں آپ کروا سکتی ہیں۔ آپ شوہر کو مار سکتی ہیں تو اولاد کو بھی مار سکتی ہیں۔ آپ نے میرے لئے دنیا میں کہیں کچھ نہیں چھوڑا۔ عزت کی ایک دھجی تک نہیں، میں لوگوں کو آپ کی بے گناہی کا یقین دلاتا پھر رہا ہوں اور آپ...... آپ جیسی عورتوں کو گھر نہیں بسانا چاہیے۔ آپ کو تو گھر کا مطلب بھی پتا نہیں۔ جس نام اور

شہرت کے لئے آپ نے اپنا گھر برباد کر دیا وہ نام اور شہرت آج کسی اخبار میں پڑھ کر دیکھیں دیکھیں لوگ آپ کو کتنی عزت سے یاد کرتے ہیں۔ آپ جیسی عورتیں پتا نہیں دنیا سے اپنی کون سی قابلیت منوانا چاہتی ہیں۔ آپ نے ہمیشہ مجھے نظر انداز کیا۔ پاپا کو نظر انداز کیا۔ لوگوں کو یہ بتاتے ہوئے کہ آپ میری ماں ہیں میں کس عذاب سے گزرتا ہوں یہ صرف میں ہی جانتا ہوں کیوں اتنی ہوس تھی آپ کو شہرت کی نام کی؟ آخر کیوں؟ کیوں آپ نے اپنے ساتھ دو اور انسانوں کو بھی تباہ کر دیا۔ کیوں آپ کو ایک انسان کو قتل کرتے ہوئے خوف نہیں آیا؟

اس کے سوالوں کا زرشی کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔ وہ بس بہتے آنسوؤں کے ساتھ چپ چاپ اسے دیکھ رہی تھی۔

جب وہ خاموش ہوا تو وہ یک دم سلاخوں کے ساتھ سر لگا کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ حدید کچھ کہے بغیر اس کے پاس سے اٹھ کر آ گیا تھا۔

اگلے دن وہ وکیل کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔

کچھ کہا نہیں جا سکتا زیادہ امکان یہی ہے کہ انہیں پھانسی کی سزا ہو جائے گی کیونکہ یہ پلانڈ مرڈر تھا اگر کسی طرح پھانسی نہیں بھی ہوئی تو بھی لمبی سزا سے بچنا اسی صورت ممکن ہو سکتا ہے اگر بلال علی کے ورثاء انہیں معاف کر دیں یعنی ان کی بہنیں، دوسری بیوی اور آپ اور یہ کافی مشکل ہے۔ بہر حال آپ کوشش کریں شاید وہ......

وکیل نے اسے بتایا تھا اور وہ مایوسی سے اس کے آفس سے نکل آیا تھا

مجھے نہیں پتا میں آپ کو کبھی معاف کر سکوں گا یا نہیں لیکن میں کوشش کر رہا ہوں کہ آپ کو سزا نہ ہو اور یہ میں آپ کے لیے نہیں اپنے لیے کر رہا ہوں میں باپ کے بعد اب ماں سے بھی محروم ہونا نہیں چاہتا۔ اگلی ملاقات پر وہ تھکے تھکے انداز میں زرشی کو بتا رہا تھا وہ خاموشی سے اس کا چہرہ دیکھتی رہی تھی چند ماہ کے عرصے نے اسے

اپنی عمر سے بوڑھا کر دیا تھا،فیشل اور ماسک کے ذریعے چھپائی
جانے والی جھریاں اب چہرے پر نمایاں تھیں پیڈی کیور اور مینی
کیور سے محروم ہاتھ پاوں کے ناخن بڑھے ہوئے اور گندے تھے
اس نے پتانہیں کتنے دنوں سے کنگھی نہیں کی تھی ملک کے سب سے
مہنگے لباس تیار کروانے والی کے کپڑے ملگجے اور مسلے ہوئے تھے
حدید نے کبھی زرشی کو اس حالت میں نہیں دیکھا تھا اور اب اسے اس
طرح دیکھ کر اسے تکلیف ہورہی تھی۔

کیا اسے مکافات عمل کہا جاسکتا ہے؟اس نے سوچا تھا۔

مجھے یہاں نیند نہیں آتی ، یہاں بہت مچھر ہیں میں ساری
رات جاگتی رہتی ہوں۔

وہ مضمحل آواز میں اسے بتارہی تھی وہ نہ چاہتے ہوئے بھی
اسے تسلی دینے لگا تھا۔

سزا معاف کروانے کی ساری کوششیں نا کام ہوئی تھیں ان

لوگوں میں سے کوئی بھی زرشی کو معاف کرنے پر تیار نہیں ہوا تھا اب صرف یہ باقی رہ گیا تھا کہ جج اسے پھانسی کی سزا دیتا ہے یا عمر قید کی، مقدمے کے فیصلے سے ایک رات پہلے وہ پھر بہت عرصے کے بعد خدا کے سامنے زرشی کے لیے گڑگڑایا تھا۔

اس بار تو تم میری دعا سن لو اس بار تو میرا ہاتھ نہ جھٹکو پاپا کے لیے نہیں تو ممی کے لیے ہی سہی، مگر میری دعا قبول کر لو کوئی ایک رشتہ تو میرے لیے رہنے دو۔ اے خدا میں تو مسلم ہوں ایک خدا کا ماننے والا ہوں اور اپنی ماں کے لیے دعا کر رہا ہوں ماں باپ کے لیے دعا کرنے والے کی دعا تو تم رد نہیں کرتے، میرے پاس یہ آخری رشتہ رہ گیا ہے یہ بھی ختم ہو گیا تو میں کیا کروں گا کیسے جیوں گا خدا اس بار تو مجھ پر رحم کرنا، اس بار تو مجھے مایوس مت کرنا میں تیرے سب سے عزیز پیغمبر کا ماننے والا ہوں تو میرے لیے، ان کے لیے ہی مجھے معاف کر دینا، میری آزمائش ختم کر دینا میری ماں کو تکلیف سے آزادی دے دینا اپنے پیغمبر کی امت کو تو تو مایوس نہیں کرتا ان کی

دعائیں تو تو ضرور سن لیتا ہے،میں بھی ان کی امت میں سے ہوں میں بھی تجھ سے مانگ رہا ہوں مجھ پر اپنا کرم کر مجھ کو مایوس مت کر۔

ملزمہ زرشی بلال علی پر اپنے شوہر بلال علی کو ایک سوچ سمجھے منصوبے کے تحت قتل کرنے کا الزام عائد کیا گیا ہے تمام واقعات وحقائق اور گواہوں کے بیانات کی روشنی میں یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ ملزمہ زرشی بلال علی نے جائیداد کے حصول اور اپنے شوہر سے دوسری شادی کا بدلہ لینے کے لیے اسے ایک سوچ سمجھے منصوبے کے تحت بڑی بے رحمی سے قتل کیا یہ عدالت ملزمہ زرشی بلال علی کو عمر قید اور پھانسی کی سزا دیتی ہے۔

اگلے روز صبح گیارہ بجے عدالت نے فیصلہ سنا دیا تھا زرشی نے عدالت میں ہی بلند آواز میں ہی رونا شروع کر دیا تھا حدید کسی بت کی طرح اپنی سیٹ پر بیٹھا رہا تھا۔

پوری رات گھٹنوں کے بل کسی بھکاری کی طرح خدا کے سامنے گڑگڑانے کا نتیجہ یہ ہے اور یہ سب پہلی بار نہیں ہوا، ہمیشہ ایسا ہی ہوتا رہا ہے آخر میں نے اللہ سے دعا کیوں کی تھی آخر کیوں میں نے۔۔۔۔ وہ چہرہ دونوں ہاتھوں سے چھپا کر بلک بلک کے رونے لگا تھا پولیس زرشی کو لے جا چکی تھی فوٹو گرافرز اس کے آگے پیچھے بھاگتے ہوئے برآمدے میں اس کی تصویر کھینچ رہے تھے۔

عدالت کا کمرہ خالی ہو چکا تھا اس کا وکیل شکست خوردہ انداز میں اسے تسلی دے رہا تھا۔

زندگی میں خدا کی وجہ سے میں آخر کتنی بازیاں ہاروں گا اس نے اپنی سیٹ سے اٹھتے ہوئے تلخی سے سوچا تھا۔

اس شام اسے ایک بار پھر ٹینا کی ضرورت محسوس ہوئی تھی، اس نے اس امید میں اسے فون کیا تھا کہ شاید وہ بیرون ملک سے واپس آ گئی ہو پچھلے کئی ماہ سے اسے فون کرنے پر یہی پتا چلتا تھا

کہ وہ امریکہ گئی ہوئی ہے اور ابھی تک واپس نہیں آئی، اسے پہلی بار یہ جان کر حیرانی ہوئی تھی کیونکہ وہ اسے مطلع کر کے نہیں گئی تھی لیکن پھر اس نے یہ سوچ کر تسلی دے لی تھی کہ وہ پچھلے کئی ماہ سے اتنا مصروف رہا ہے کہ شاید جب اس نے فون کیا ہوگا تو وہ اسے نہیں ملا ہوگا لیکن امریکہ جانے کے بعد ایک بار بھی اس نے حدید سے رابطہ کرنے کی کوشش نہیں کی تھی اور بہت سی دوسری پریشانیوں میں ایک پریشانی یہ بھی شامل ہو گئی تھی۔

کیا آپ بتا سکتی ہیں کہ وہ کب تک واپس آئیں گی یا ان سے رابطے کے لیے کوئی فون نمبر یا ایڈریس دے دیں۔

اس نے ہمیشہ کی طرح فون پر اپنا مطالبہ دہرایا تھا فون پر ٹینا کی کزن بات کر رہی تھی اور اس نے یہ کہہ کر فون رکھ دیا تھا کہ وہ اسے اس کا فون نمبر اور ایڈریس نہیں دے سکتی، البتہ ٹینا کا فون آنے پر اس کے بارے میں اسے بتا دے گی ٹینا نے مناسب سمجھا تو وہ پھر خود اس سے رابطہ کر لے گی حدید نے بے دلی سے فون رکھ دیا تھا۔

اگلے دن وہ زرشی سے ملنے گیا تھا اور اسے دیکھتے ہی اسے اس کے ذہنی انتشار کا اندازہ ہو گیا تھا وہ پوری ملاقات میں بلند آواز میں روتی رہی تھی اور التجائیں کرتی رہی تھی کہ وہ کسی طرح اسے جیل سے نکال لے وہ سلاخوں کے دوسری طرف ہاتھ جوڑتی رہی تھی اور وہ بے بسی کے عالم میں ماں کو دیکھتا رہا تھا۔

حدید میں یہاں مر جاؤں گی میں یہاں نہیں رہ سکتی۔ وہ سلاخوں کے درمیان لگی ہوئی جالی پر ہاتھ مار مار کر روتی رہی اس کے پاس تسلی کے لیے کوئی لفظ نہیں تھے، وہ صرف وہ چیزیں ان کے حوالے کر کے آ گیا تھا جو وہ زرشی کے لیے لے گیا تھا۔

اس دن جیل سے نکلنے کے بعد وہ گھر نہیں گیا تھا وہ پورا دن اور پوری رات بے مقصد سڑکوں کے چکر کاٹتا رہا تھا رات کے بارہ بجے نہر کے کنارے گھاس کے قطعے پر جا کر وہ بیٹھ گیا تھا اور پوری رات اس نے نہر کے پانی اور سامنے سڑک پر نظر آنے والی ٹریفک کو دیکھتے ہوئے گزار دی تھی۔

سات سال میں جیل اور گھر کے درمیان چکر کاٹتے گزار دوں گا اور سات سال کے بعد میں جسے گھر لے کر آؤں گا وہ میری ماں کی لاش ہوگی اور اس کے بعد میری زندگی میں آنے والا دوسرا خونی رشتہ بھی ختم ہو جائے گا وہ گیلی آنکھوں سے نہر کے پانی کو دیکھتا رہا۔

اسے سات سال جیل اور گھر کے چکر کاٹنے نہیں پڑے۔
اگلی ملاقات سے پہلے ہی ایک رات اسے جیل میں اپنی ماں کی خودکشی کی خبر مل گئی تھی زرشی نے نیند کی گولیاں کھا کر خودکشی کی تھی نیند کی گولیاں جیل کے اندران تک کس نے پہنچائی تھیں؟

اس کی خودکشی کا ذمہ دار کون تھا؟ جیل حکام کی لاپروائی سے اسے کیا نقصان پہنچا تھا؟

حدید کو کسی چیز میں دلچسپی نہیں تھی، وہ جیل گیا تھا اور چپ چاپ زرشی کی لاش لے کر واپس آ گیا تھا نانا، نانی کو فلائٹ نہیں مل

پائی تھی اور وہ فوراً نہیں آ سکتے تھے ہمسائیوں کے دس پندرہ لوگوں کی موجودگی میں ملک کی نامور فیشن ڈیزائنر کو ڈیفنس کے علاقے کے ایک چھوٹے سے قبرستان میں دفنا دیا گیا تھا اس کے فیشن شوز میں ہزاروں لوگ شرکت کرتے تھے اس کے جنازے میں بیس لوگ بھی نہیں تھے بلال علی کی موت پر وہ بہت رویا تھا زرشی کی موت پر وہ بالکل گم صم رہا تھا وہ ماں کو اس روز رو چکا تھا جس روز اسے پھانسی کی سزا ہوئی تھی زرشی جیسی ماؤں کے لیے دوسری بار رونا بہت مشکل ہوتا ہے۔

زرشی کی موت کے دوسرے دن اس نے ایک بار پھر ٹینا سے رابطہ کرنے کی کوشش کی تھی ایک بار پھر وہ ناکام رہا تھا۔

میں نے انہیں آپ کے بارے میں بتا دیا تھا، وہ آپ سے خود رابطہ کرلیں گی۔

کب؟

یہ انہوں نے نہیں بتایا فون رکھ دیا گیا تھا۔

حدید کو اس وقت اگر کسی کی ضرورت تھی تو ٹینا کی ضرورت تھی، وہ اس سے بات کرنا چاہتا تھا وہ اس کے ساتھ اپنی تکلیف شیئر کرنا چاہتا تھا وہ اس کے سامنے رونا چاہتا تھا تا کہ وہ اسے دلاسا دے، اسے چپ کروائے جس طرح وہ ہمیشہ کیا کرتی تھی وہ اس سے پوچھنا چاہتا تھا کہ اب اسے کیا کرنا چاہیے کیا اسے پاکستان میں رہنا چاہیے یا انگلینڈ چلے جانا چاہیے۔

کورٹ جائیداد کے بارے میں فیصلہ کر چکا تھا جائیداد کا بڑا حصہ بلال علی کی دوسری بیوی کے پاس چلا گیا تھا فیکٹری کے کچھ شیئر، گھر اور کچھ بینک اکاؤنٹس کے ساتھ حدید کے حصے میں آئے تھے اس نے وہ شیئر بھی بلال علی کی بیوی کو ہی بیچ دیے تھے زرشی کا بوتیک اور ورکشاپ بھی وہ بیچ چکا تھا۔

اب وہ ٹینا سے پوچھنا چاہتا تھا کہ اسے آگے کیا کرنا

چاہیے وہ اس سے اپنی اور اس کی شادی کے بارے میں بھی بات کرنا چاہتا تھا وہ سارے رشتے کھونے کے بعد ایک بار پھر سے نئے رشتے قائیم کرنا چاہتا تھا اور ٹینا، ٹینا جیسے گم ہو گئی تھی۔اس نے میرا بہت انتظار کیا ہے مجھے بھی اس کا انتظار کرنا چاہیے، وہ کبھی نہ کبھی تو واپس آئے گی اس نے دل میں فیصلہ کیا تھا۔

اس دن وہ لبرٹی کے سامنے سے گزر رہا تھا جب بے اختیار اس نے گاڑی کی بریکیں لگا دی تھیں اس نے ٹینا کو ایک دوسرے لڑکے کے ساتھ ایک دکان میں داخل ہوتے دیکھا تھا اس کا دل جیسے خوشی سے اچھل کر حلق میں آ گیا تھا۔

تو وہ واپس آ گئی ہے، وہ بھاگ کر اس دکان میں جانا چاہتا تھا مگر خود پر ضبط کرتے ہوئے وہ گاڑی میں ہی بیٹھا رہا۔ پندرہ منٹ کے بعد اس نے ٹینا کو اسی لڑکے کے ساتھ دکان سے نکلتے دیکھا تھا دکان سے نکلنے کے بعد وہ پارکنگ میں کھڑی اپنی کار کی طرف گئی تھی ٹینا کی گاڑی چند لمحوں کے بعد ایک فراٹے سے حدید

کے پاس سے گزر گئی تھی حدید تیز رفتاری سے گاڑی چلاتے ہوئے اپنے گھر چلا گیا تھا آج ٹینا کو دیکھ کر وہ بہت عرصے کے بعد اتنا خوش ہوا تھا۔

اس نے گھر پہنچتے ہی ٹینا کو کال کیا تھا ایک بار پھر فون پر وہی آواز سنائی دی تھی حدید نے اپنا تعارف کروایا تھا

دیکھیں، میں نے آپ کو بتایا ہے نا کہ وہ ملک میں نہیں ہیں باہر گئی ہوئی ہیں جب واپس پاکستان آئیں گی تو آپ سے رابطہ کر لیں گی۔

حدید کو جیسے کرنٹ لگا تھا

آپ کیا کہہ رہی ہیں، میں نے ابھی چند منٹوں پہلے ٹینا کو لبرٹی میں دیکھا ہے اس نے بے یقینی کے عالم میں کہا تھا۔

دوسری طرف یک دم خاموشی چھا گئی تھی چند لمحوں بعد آواز

دوبارہ آئی تھی۔آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے ٹینا یہاں......

حدید نے تیزی سے بات کاٹ دی تھی مجھے کوئی غلط فہمی نہیں ہوئی میں نے ٹینا ہی کو دیکھا ہے میں اس کی گاڑی کا نمبر تک جانتا ہوں کیا مجھے اس کے بارے میں بھی غلط فہمی ہوئی ہے، آپ آخر مجھ سے جھوٹ کیوں بول رہی ہیں۔

آپ صاف صاف سننا چاہتے ہیں تو سن لیجئے ٹینا آپ سے بات کرنا نہیں چاہتی۔حدید کے سر پر جیسے آسمان گر پڑا تھا

میں ٹینا کے کہنے پر ہی آپ سے جھوٹ بولتی رہی ہوں۔

حدید کچھ بول نہیں سکا۔

پلیز، آپ ایک بار اس سے میری بات کروادیں۔

وہ آپ سے بات کرنا نہیں چاہتی۔

اس سے کہیں کہ وہ یہ بات خود فون پر مجھ سے کہہ دے۔

فون بند کر دیا گیا تھا وہ پاگلوں کی طرح بار بار ٹینا کو کال کرتا رہا دوسری طرف سے بالاخر کسی نے ریسیور اٹھا کر رکھ دیا تھا کچھ سوچے سمجھے بغیر ٹینا کے گھر پہنچ گیا تھا لیکن گیٹ کیپر نے اسے اندر نہیں جانے دیا تھا۔

ٹینا بی بی کسی سے ملنا نہیں چاہتی آپ یہاں سے جاؤ ورنہ ہم پولیس کو بلوا لے گا۔

اس نے انٹرکام پر بات کرتے ہوئے حدید سے کہا تھا وہ شاک کے عالم میں وہاں سے آیا تھا گھر آنے کے بعد وہ کچھ دیر بعد دوبارہ فون کرنے لگا تھا ہر بار اس کی آواز سنتے ہی فون رکھ دیا جاتا۔وہ باز نہیں آیا تھا

رات کے نو بجے بالاخر ٹینا کی آواز اسے فون پر سنائی دی تھی وہ شدید غصے میں تھی۔

تم بار بار مجھے تنگ کیوں کر رہے ہو تم جانتے ہو کہ میں تم سے بات کرنا نہیں چاہتی۔

لیکن کیوں ٹینا؟ آخر میں نے کیا کیا ہے؟

بس میں تم سے بات کرنا نہیں چاہتی تم میرا پیچھا چھوڑ دو۔

ٹینا تم نے مجھ سے شادی...... حد یہ فضول باتیں چھوڑ و میں اپنی زندگی کا ساتھی چن چکی ہوں اور وہ تم سے بہت بہتر ہے تم بھی اپنے لیے کسی اور لڑکی کو ڈھونڈ لو اس کا سانس رک گیا تھا۔

تم کیا کہہ رہی ہو؟

وہی کہہ رہی ہوں جو تم سن رہے ہو آئندہ مجھے فون مت کرنا۔

ٹینا پلیز، پلیز ایک بار مجھ سے مل لو آئی سو یئیر میں دوبارہ تمہیں تنگ نہیں کروں گا بس ایک بار میری بات سن لو اگر پھر بھی تم

مجھے چھوڑنے کے فیصلے پر قائم رہیں تو میں دوبارہ کبھی تمہارے راستے میں نہیں آوٴں گا۔

دوسری طرف خاموشی چھائی رہی تھی چند لمحوں بعد ٹینا نے ایک گہرا سانس لیتے ہوئے کہا۔

ٹھک ہے کل ماڈل ٹاوٴن پارک میں مجھ سے مل لو۔

فون بند ہو گیا تھا وہ بہت دیر تک ریسیور ہاتھ میں لیے بیٹھا رہا میں اس سے بات کروں گا، وہ مجھ سے محبت کرتی ہے وہ میری بات سمجھ جائے گی میں اس کی ہر غلط فہمی دور کر دوں گا میں اسے یاد دلاوٴں گا،اس کے سارے وعدے، وہ مجھے کیسے چھور سکتی ہے وہ بہت دیر تک بے چینی کے عالم میں لاوٴنج میں چکر لگا تا رہا تھا۔

آخر مجھ سے ایسی کون سی غلطی ہوئی جس نے اسے ناراض کر دیا میں نے تو کبھی کوئی ایسی بات نہیں کی جو اسے ناراض کر دے میں پھر بھی اس سے ایکسکیوز کر لوں گا ہو سکتا ہے،انجانے میں میری

کوئی بات اسے بری لگی ہو وہ خود کو دلاسا دینے لگا تھا مگر اگر اس نے میری کوئی بات نہ سنی، اگر اس نے اپنا فیصلہ نہ بدلا اگر اس نے مجھے چھوڑ وہ آگے کچھ سوچنا نہیں چاہتا تھا اس کی بے قراری بڑھتی جا رہی تھی مجھے کیا کرنا چاہیے، جس سے ٹینا کی خفگی ختم ہو جائے، وہ اپنا فیصلہ تبدیل کر دے میری کون سی بات اس کا دل بدل سکتی ہے وہ لاؤنج میں چکر کاٹ رہا تھا دل تو صرف اللہ پھیر سکتا ہے۔

وہ نہیں جانتا، اس کے دل میں یہ بات کیسے آئی تھی، مگر وہ رک گیا تھا

کیا پھر ایک بار خدا کے سامنے اس نے سوچا تھا پاؤں میں پہنے ہوئے شوز اس نے اتار دیے تھے۔

مگر خدا تو......وہ سوچ رہا تھا۔

کیا پھر مجھے خدا سے......وہ جرابیں اتارنے لگا تھا

اور اگر اس نے نامحسوس طور پر اس نے شرٹ کی آستینیں
کہنیوں تک فولڈ کر لی تھیں میں بار بار کیوں......وہ اب جینز کو ٹخنوں
تک فولڈ کرنے لگا تھا واش روم کے بیسن کے سامنے کھڑے ہو کر
اس نے آخری بار سوچنے کی کوشش کی تھی۔

کیا اس بار مجھے خدا سے......وہ نل کو گھمانے لگا تھا۔

کیا اب مجھے خدا سے کچھ مانگنا چاہیے یا نہیں۔

نل سے پانی نکلنے لگا تھا اس نے خود کو وضو کرتے پایا تھا۔

میں زندگی میں پہلی بار نہیں مگر آخری بار تجھ سے کچھ مانگ
رہا ہوں اگر آج بھی میری دعا قبول نہ ہوئی تو پھر دوبارہ میں کبھی
ایک مسلم کے طور پر یہاں اس طرح بیٹھ کر تجھ سے کچھ نہیں مانگوں گا
ٹینا میری زندگی کی آخری اچھی چیز ہے اگر وہ بھی مجھ سے چھن گئی تو
پھر میں سب کچھ چھوڑ دوں گا سب کچھ اپنا مذہب، اپنا عقیدہ، اپنے
پیغمبر سب کچھ میں دوبارہ کبھی تیرا نام تک نہیں لوں گا پچھلے انیس

سالوں میں نے جو پایا،اس ایک سال میں سب کھو دیا اب ایک آخری چیز،ایک آخری چیز میرے پاس ہے،اسے میرے پاس رہنے دے

وہ سجدے میں گر کر روتا رہا تھا

اگر میرے ساتھ یہ سب کچھ میری کسی غلطی کی وجہ سے ہو رہا ہے تو مجھے معاف کر دے مجھے اور سزا مت دے مجھے وہ بخش دے جو میں چاہتا ہوں مجھے زندگی میں اور مت بھٹکا مجھے سکون دے دے، مجھے سہارا دے دے تو تو کسی کو سزا نہیں دیتا پھر مجھے کیوں؟ میں نے تو زندگی میں کبھی کسی کو تکلیف نہیں دی، میں تو ساری عمر دوسروں کے لیے آسانیاں پیدا کرتا رہا ہوں میں تو ساری عمر اپنے ساتھ زیادتیاں کرنے والوں کو معاف کرتا رہا ہوں میں نے تو کبھی کسی زیادتی کا بدلہ نہیں لیا تو پھر میرے لئے آسانیاں پیدا کیوں نہیں کرتا تو مجھے معاف کیوں نہیں کرتا، میں نے اپنے ماں باپ پر اس حد تک احسان کیا ہے جس حد تک مجھ سے ہو سکتا تھا میں

نے ان دونوں سے کبھی شکوہ نہیں کیا ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنے والوں کے لئے تو اجر ہوتا ہے عذاب نہیں اے خدا تو مجھ سے کیوں ناراض ہے میرا کونسا عمل تیری ناراضی دور کر سکتا ہے کہ تو مجھ سے خوش ہو جائے اور پھر میری زندگی کی مشکلات ختم کر دے مجھے سکون دے دے۔

بہت دیر تک رونے کے بعد اسے جیسے عجیب سا سکون مل گیا تھا یک دم خود بخود ہی جیسے اس کے آنسو تھم گئے تھے اس نے زندگی میں کبھی خود کو اتنا ہلکا پھلکا محسوس نہیں کیا تھا ایک عجیب سی ٹھنڈک اس کے اعصاب میں اترتی جا رہی تھی اس وقت اسے کچھ بھی یاد نہیں رہا تھا ذہن بالکل خالی ہو چکا تھا چند لمحوں کے بعد اس نے خود پر نیند کا غلبہ محسوس کیا تھا اس نے اپنی آنکھوں کو کھلا رکھنے کی کوشش کی تھی مگر وہ ایسا نہیں کر پایا تھا وہ ٹینا کے بارے میں سوچنا چاہتا تھا مگر وہ کچھ سوچ نہیں پا رہا تھا نیند کی گرفت میں آنے سے پہلے اسے آخری خیال آیا تھا۔

شاید خدا نے بالآخر میری دعا قبول کر لی ہے۔

وہ سوچ چکا تھا۔

اگلی صبح وہ بہت پرسکون تھا عجیب بات یہ تھی کہ وہ پرسکون ہی نہیں غیر معمولی طور پر خوش بھی تھا اس نے اندازہ لگانے کی کوشش کی تھی کہ وہ کتنے عرصے کے بعد ٹینا سے مل رہا ہے اس نے ذہن میں وہ سب دہرا دیا تھا جو اسے ٹینا سے کہنا تھا اس کے بتائے ہوئے وقت پر وہ پارک پہنچ گیا تھا وہ گیٹ پر اس کا انتظار کر رہی تھی حدید بہت دیر تک اس کے چہرے سے نظر نہیں ہٹا سکا وہ اسے لے کر ایک بنچ پر آ کر بیٹھ گئی تھی۔

میں آج تم سے سب کچھ صاف صاف کہنے آئی ہوں، مجھے زندگی میں کبھی بھی تم سے محبت نہیں رہی تمہارا میرا تعلق نوجوانی کی بہت سی دلچسپیوں میں سے ایک تھا یا تم یہ کہ لو کہ تم میرے دوست رہے تھے مگر تم کبھی بھی میرے واحد دوست نہیں رہے تم نے

جب مجھے پرو پوز کیا اس وقت پہلی بار میں نے سنجیدگی سے تمہارے بارے میں سوچا مگر تب بھی مجھے تم سے محبت نہیں ہوئی میں نے سوچا اگر تم اپنا کیریئر بنا لیتے ہو زندگی گزارنے کے لئے ایک اچھے ساتھی ثابت ہو سکتے ہو تم ایک اچھے خاندان سے تعلق رکھتے تھے تمہارے پاس اچھی خاصی دولت تھی ہینڈسم تھے اور ہماری کلاس کے لڑکوں کے برعکس بہت سلجھے ہوئے تھے تم فلرٹ نہیں تھے تعلیم میں بھی اچھے تھے میرے پیرنٹس کے لئے تم ایک اچھی چوائس ہو سکتے تھے مگر تب تم نے حماقتیں کرنی شروع کر دیں اپنی ممی کے زخمی ہونے پر تم نے پاکستان شفٹ ہونے کا فیصلہ کر لیا تم باہر کی بجائے یہاں پڑھنا چاہتے تھے میں نے سوچا ،میں تمہیں سمجھا لوں گی تم وقتی طور پر ایموشنل ہو رہے ہو بعد میں ٹھیک ہو جاؤ گے مگر ایسا نہیں تھا پھر تمہارے پاپا والا حادثہ ہو گیا تمہاری ممی پر اس معاملے میں انوالو ہونے کے الزامات لگنے لگے اخبارات میں تمہارے پاپا کی دوسری بیوی کے بیان آنے لگے جائیداد پر کیے جانے والے جھگڑوں کی تفصیلات اخباروں میں چھپنے لگیں تمہاری ممی کے مختلف لوگوں کے

ساتھ اسکینڈلز کی تفصیلات سامنے آ گیئں پہلے جنہیں صرف اسکینڈل سمجھا جاتا تھا اب ان کے ثبوت بھی ملنے لگے پھر تمہاری ممی نے خودکشی کر لی حدید میرے لئے شاید یہ سب کچھ نظر انداز کرنا بہت آسان ہوتا اگر مجھے تم سے محبت ہوتی مگر ایسا نہیں تھا میری فیملی کسی بھی صورت میں مجھے تمہارے ساتھ شادی کرنے کی اجازت نہیں دے سکتی خود میں بھی ایک ایسے شخص سے شادی نہیں کر سکتی جس کے پاس ماں باپ کے چھوڑے ہوئے بینک اکاؤنٹس کے علاوہ کچھ نہ ہو۔

میری فیملی اس شہر کی چند نامی گرامی فیملیز میں سے ایک ہے کیا وہ ایک ایسے خاندان کے ساتھ رشتہ جوڑنا پسند کریں گی جو خاندان صرف اپنے اسکینڈلز کی وجہ سے مشہور ہو، کیا کوئی بھی پیرنٹس اپنی بیٹی کی شادی ایسے لڑکے سے کریں گے جس کی ماں نے اپنے شوہر کو قتل کر دیا ہو اور پھر خودکشی کر لی ہو جس کے افیئر ز کی داستانیں اخباروں میں چھپتی رہی ہوں جس کے باپ نے اپنے سے بیس

سال چھوٹی لڑکی سے شادی کر کے ساری جائیداد اس کے نام لکھ دی ہو تم مجھ سے ایک سال چھوٹے ہو تم نہیں جانتے، تمہیں زندگی میں کیا کرنا ہے تمہاری تعلیم مکمل نہیں ہے تمہارا کوئی بزنس نہیں ہے تمہارے پاس خاندان کی اچھی شہرت بھی نہیں ہے ذہنی طور پر تم فرسٹریشن کا شکار ہو۔ کیا گارنٹی ہے کہ کل تم وہی سب کچھ نہیں کرو گے جو تمہارے ماں باپ نے کیا، کیا گارنٹی ہے کہ تم زندگی میں ایک اچھے شوہر ثابت ہو گے؟ کیا گارنٹی ہے کہ تم مجھے وہ سب کچھ دے سکو گے جس کی مجھے خواہش ہے میرے ماں باپ نے مجھے جتنی آسائشات دی ہیں میں چاہتی ہوں میرا شوہر مجھے اس سے زیادہ آسائشات دے مگر تمہارے پاس کیا ہے اسٹیبلش ہوتے ہوتے تمہیں بہت سال لگ جائیں گے اور میں اتنا لمبا انتظار نہیں کر سکتی۔

تم خود کو میری جگہ رکھ کر سوچو، کیا تم ان سب چیزوں کو اگنور کر دیتے اگر تمہیں دوسرے فریق سے محبت ہوتی مگر میرا پرابلم یہ ہے کہ مجھے تو تم سے محبت بھی نہیں تھی اس لئے میں نے تمہیں

چھوڑنے کا فیصلہ کیا میرے پیرنٹس میری منگنی کر چکے ہیں، اس مہینے کے آخر میں میری شادی ہے میرا فیانسی آئی سپیشلسٹ ہے تم چاہو تو ایک اچھے دوست کی طرح شادی میں شرکت کر سکتے ہو ورنہ خدا حافظ امید ہے، آج کے بعد تم اپنے وعدے کے مطابق دوبارہ کبھی مجھ سے رابطہ کرنے کی کوشش نہیں کرو گے۔

وہ اٹھ کر چلی گئی تھی حدید نے اسے بھی جاتے دیکھا ہمیشہ کے لئے، اس نے تب تک اس پر نظریں جمائے رکھی تھیں جب تک وہ نظر آتی رہی تھی پھر وہ نظروں سے اوجھل ہو گئی تھی اس نے اپنے چہرے کو ہاتھوں سے ڈھانپ لیا تھا ٹینا کے لفظ کوڑے بن کر اس کے ذہن اور جسم پر برس رہے تھے۔

تمہارا باپ، تمہاری ماں، تمہارا خاندان وہ حیران تھا کہ وہ خود اپنے لباس پر لگے ہوئے یہ سارے داغ کیسے بھول گیا تھا انیس سال ایک بے داغ زندگی گزارنے کے بعد بھی میں اس ایک لڑکی کے لئے بھی قابل قبول نہیں ہوں جس سے میں محبت کرتا ہوں وہ

بھی مجھے اس چشمے سے دیکھ رہی ہے جس سے دنیا دیکھتی ہے
باعزت ہونے کے لئے آپ کا باکردار ہونا ضروری نہیں ہے آپ
کے ماں باپ کا باکردار اور دولت مند ہونا ضروری ہے محبت کرنے
کے لئے آپ کا ایثار، قربانی، صبر اور برداشت ضروری نہیں ہے
آپ کی ڈگری اور کیریئر ضروری ہے خدا کے نزدیک سب سے اچھا
وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے مگر خود خدا اس تقویٰ والے کے
ساتھ کیا سلوک کرتا ہے اور اب یہاں سے مجھے حدید بن کر واپس
نہیں جانا ہے مجھے اب کچھ اور بن کر کہیں جانا ہے اگر میرے مذہب
کا خدا مجھے ٹھکرا رہا ہے تو میں کسی اور مذہب کے خدا کو ڈھونڈ لوں گا
ایسے خدا کو جو میری بات سنتا ہو جس کے پیغمبر کے لئے میرے آنسو،
آنسو ہوں پانی نہیں جس کے لئے میں انسان ہوں، کیڑا نہیں اگر
سکون مذہب بدلنے میں ہے تو میں مذہب بدل لوں گا۔

اس نے غم و غصے کے عالم میں اپنے چہرے سے ہاتھ ہٹا
لئے تھے اپنے سے کچھ فاصلے پر پارک کی روش پر اس نے لبادہ میں

ملبوس نَنز کا ایک گروپ دیکھا تھا وہ جان گیا تھا اسے کیا کرنا تھا بے اختیار وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر ان لوگوں کی طرف بڑھ گیا تھا۔ وہ خاموش ہو گیا تھا اس نے حدید کے چہرے سے نظریں ہٹا لیں دھند بہت گہری ہو گئی تھی کیتھڈرل کے اوپر لگا ہوا جگمگاتا ہوا ہولی کراس اب نظر نہیں آ رہا تھا دھند نے اسے نظروں سے اوجھل کر دیا تھا اس نے اسے ڈھونڈنے کی کوشش نہیں کی تھی چرچ میں اب بہت خاموشی تھی پہلے والا شور بہت کم ہو چکا تھا سروس بہت دیر کی ختم ہو چکی تھی اور اب دور پارکنگ سے گاڑیاں نکالنے کی ہلکی ہلکی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔

وہ دونوں چپ چاپ بنچ پر بیٹھے ہوئے تھے دونوں سوچ رہے تھے ایک ماضی کے بارے میں، دوسرا مستقبل کے بارے میں اور حال، حال سے دونوں بے خبر نظر آ رہے تھے۔

مجھے نہیں پتا محبت کیا ہوتی ہے اسے کس طرح ڈیفائین کرتے ہیں کس طرح وضاحت کرتے ہیں میں یہ سب نہیں جانتا

لیکن میں یہ ضرور جانتا ہوں کہ میں نے خدا سے بہت محبت کی ہے اتنی محبت جتنی میں کر سکتا تھا۔

کرسٹینا نے ایک طویل خاموشی کے بعد اپنے بائیں جانب اس کو بولتے سنا تھا گردن موڑ کر اس نے حدید کا چہرہ دیکھا تھا وہ کیتھڈرل کے اوپر لگے ہوئے کراس کو دھند میں تلاش کرنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن میرے پیرنٹس کی طرح خدا کے پاس بھی میرے لئے وقت نہیں ہے، میں نے جب بھی اس سے دعا کی ہے مجھے کچھ نہیں ملا پچھلے اٹھارہ انیس سال میں نے ایک جہنم میں گزارے ہیں ہر دن میں خدا سے دعا کرتا تھا اس سے درخواست کرتا تھا کہ وہ ہمارے گھر کو ٹھیک کر دے، سب لوگوں کے گھروں کی طرح میرے پیرنٹس ایک دوسرے کے ساتھ خوش رہنا سیکھ لیں میرے لئے ان کے پاس کچھ وقت بچ جائے، مگر کچھ بھی نہیں ہوا مجھے کچھ نہیں ملا جب ممی اور پاپا کی ڈائی ورس ہونے والی تھی تو میں نے خدا سے دعا کی تھی کہ ایسا نہ ہو وہ کبھی الگ نہ ہوں مگر ڈائی ورس

ہوگئی جب پاپا پر حملہ ہوا تب میں نے دل سے خدا کو پکارا تھا کہا تھا کہ پلیز میرے پاپا کو بچالو میری دعا قبول نہیں ہوئی میں نے دعا کی تھی کہ ممی کو سزا سے بچالو، انہیں کچھ نہ ہو وہ میرے پاس آخری رشتہ تھیں، مجھے ان سے محبت تھی مگر کچھ نہیں ہوا میری کوئی دعا ان کے کام نہیں آئی ممی کو سزا ہوگئی اور پھر ان کی ڈیتھ ہوگئی اور پھر میں نے ایک فقیر کی طرح خدا سے کہا تھا کہ وہ ٹینا کو مجھ سے جدا نہ کرے، اسے تو میرے ساتھ رہنے دے مگر مگر خدا نے میرے ساتھ کیا کیا مجھ سے آخری چیز بھی چھین لی جب میں امریکہ میں تھا تو وہاں میں نے ان لوگوں کو ہر بات پر یسوع کہتے سنا تھا وہ اپنے پرافٹ کا نام لیتے تھے میرے سارے فرینڈز میں کوشش کرتا تھا اتنی ہی عقیدت سے اپنے پرافٹ کا نام لوں ان سے مدد مانگوں انہیں بتاؤں کہ اللہ میرے ساتھ کیا کر رہا ہے اگر یسوع خدا سے اس کے فیصلے تبدیل کروا سکتے تھے تو پھر میرے پرافٹ کیوں نہیں یسوع مسیح مردوں کو زندہ کر دیتے تھے مٹی کے پرندوں میں جان ڈال دیتے تھے بیماروں کو ٹھیک کر دیتے تھے وہ ایک دو نہیں لوگوں کے بہت سے معجزے کیا

کرتے تھے میں نے سوچا میرے پرافٹ میرے لئے یہ سب کیوں نہیں کرتے جبکہ میں ان سے محبت کرتا ہوں سب کچھ ان ہی کے بتائے ہوئے طریقے سے مانگ رہا ہوں پھر بھی ان کے نزدیک میں کچھ بھی نہیں ہوں میری کوئی اہمیت نہیں ہے کوئی آخر کتنی بار ٹھکرایا جائے اور یقین کرو مجھے واقعی ہر بار لیٹ ڈاؤن کیا گیا ہے ہر بار مجھے مایوس کیا گیا ہے کوئی بھی شخص اپنے مذہب کو معمولی بات پر تو نہیں چھوڑتا کچھ نہ کچھ تو ایسا ضرور ہوتا ہے جو آپ کو کہیں اندر سے ہرٹ کرتا ہے اور میں میں اندر سے ہرٹ ہوا ہوں ایک بار نہیں کئی بار میرا ہاتھ اتنی بار جھٹکا گیا ہے کہ اب میں نے ہاتھ بڑھانا ہی چھوڑ دیا ہے مذہب مشکل وقت آپ کا سہارا ہوتا ہے اگر یہ مشکل وقت میں بھی سہارا نہیں بن سکتا تو پھر ایسے مذہب کا کیا فائدہ پھر میں تو خدا کے بنائے ہوئے دو مذاہب میں سے ایک مذہب چھوڑ رہا ہوں اللہ کو تو نہیں چھوڑ رہا تم بتاؤ کیا میں غلط کر رہا ہوں۔

وہ اب اس سے سوال کر رہا تھا وہ بھیگی آنکھوں سے اسے

دیکھتی رہی تھی۔

اگر میں کہوں ہاں تو؟

حدید نے بے یقینی سے اسے دیکھا تھا شاید وہ اس جواب کی توقع نہیں کرر ہا تھا۔

میں تمہارے بارے میں کچھ نہیں جانتا مجھے نہیں پتا، تم کیسی زندگی گزار رہی ہو مجھے یہ بھی پتا نہیں کہ تم نے کبھی کسی سے محبت کی ہے یا نہیں مگر میں نے اپنی ساری زندگی دوزخ میں گزاری ہے ایسے دوزخ میں جس میں مجھے میری کسی غلطی کی سزا کے طور پر نہیں ڈالا گیا تھا جب آپ دوزخ میں ہونا تو پتا ہے زندگی کی سب سے بڑی خواہش کیا ہوتی ہے صرف ایک ہلکی سی معمولی سی ٹھنڈک کی تا کہ دوزخ کی گرمی کچھ تو کم ہو جائے ٹینا میرے لئے وہی ٹھنڈک تھی میں نے زندگی میں اس سے بڑھ کر کسی کو نہیں چاہا بلکہ شاید مجھے یہ کہنا چاہیے کہ میں نے زندگی میں اس کے علاوہ کسی کو چاہا ہی نہیں۔

میں نے خدا سے کہا تھا۔ میں نے ہر چیز کھو دی ہے مجھے پروا نہیں ہے لیکن اگر ٹینا میری زندگی سے نکل گئی تو پھر سب کچھ بدل جائے گا۔ ہر چیز بدل جائے گی۔ میرا یقین میرا پرافٹ میرا مذہب میں سب چھوڑ دوں گا اور میں نے خدا سے ریکوئیسٹ کی تھی کہ وہ ایسا کبھی نہ کرے لیکن اس نے کیا۔ اس نے دکھا دیا کہ اسے میری پروا نہیں۔ اس نے مجھے بتا دیا کہ اس کے نزدیک میری ویلیو ایک چیونٹی جتنی بھی نہیں ہے۔ تم مجھے بتاؤ، میری جگہ اگر تم ہو تو تم کیا کرو گی۔ میں یہاں سے جس گھر میں جاؤں گا وہاں نہ پیرنٹس ہیں نہ بہن بھائی وہاں صرف دیواریں ہیں اور دیواروں سے تو آپ کو محبت نہیں مل سکتی۔ دنیا میں کوئی ایک شخص نہیں ہے جس کو مجھ سے محبت ہو جس کے لیے میرا وجود کوئی معنی رکھتا ہو۔ جو میری پروا کرتا ہو، دنیا میں کتنے بلین لوگ ہیں ان میں سے ایک کو بھی حدید نام کے اس شخص کے وجود کی ضرورت نہیں ہے۔

تم کبھی اندازہ لگا سکتی ہو جب میں لوگوں کا ہجوم ہر جگہ

دیکھتا ہوں تو میرا دل کیا چاہتا ہے۔ میرا دل چاہتا ہے ان میں سے کوئی میرا نام پکارے۔ کسی کے چہرے پر مجھے دیکھ کر مسکراہٹ آ جائے۔ مگر مجھے کوئی جانتا ہے نہ پہچانتا ہے۔ محبت تو بہت دور کی بات ہے۔ میں چرچ جانا شروع نہ کرتا تو میں پاگل ہو جاتا یا پھر خودکشی کر لیتا۔ میں زندگی سے اس حد تک تنگ آ چکا ہوں مجھے نہیں پتا اللہ نے دنیا کس کے لیے بنائی ہے مگر یہ کم از کم میرے جیسے بندے کے لیے تو نہیں بنائی۔

اس کی آواز بھرا گئی تھی۔

جو بات میں تمہیں اب بتاؤں گی، شاید تمہیں اس پر کبھی یقین نہیں آئے گا۔ تم سوچو گے، میں جھوٹ بول رہی ہوں شاید تم قہقہہ لگا کر ہنس پڑو لیکن پھر بھی مجھے تم سے یہ بات تو کرنا ہی ہے۔

حدید نے حیرانی کے ساتھ اسے دیکھا تھا۔ وہ اسی کی طرف دیکھ رہی تھی بھیگی پلکوں اور پرسکون چہرے کے ساتھ۔

کیا تم کو یقین آئے گا کہ میں تمہاری محبت میں نہیں
تمہارے عشق میں گرفتار ہوں۔

اس کے جملے پر وہ ساکت رہ گیا تھا۔

اور یہ عشق اس روز پارک میں تمہیں دیکھنے پر ہوا تھا۔ میں
نے تمہیں، پہلی نظر تمہیں دیکھا تھا اور میں جان گئی تھی کہ میں اسیر ہو
چکی ہوں۔ تم نہیں جانتے یہ بات تم سے کہنے کے لیے میں نے
تمہیں اس دن کتنا ڈھونڈنے کی کوشش کی تھی مگر تم نہیں ملے اور اس
دن میں نے اللہ سے کہا تھا کہ اگر تم مجھے دوبارہ مل گئے تو میں اسلام
قبول کرلوں گی کیونکہ تم مسلم تھے اس دن تم نے سسٹر کو اپنا نام بتایا تھا
نا؟

وہ ایک لمحہ کے لیے خاموش ہوئی تھی۔ حدید کے چہرے پر
بے انتہا بے یقینی تھی۔

تم خاموش کیوں ہو، بولو نا؟

کیا بولوں؟ وہ کچھ توقف کے بعد بولا تھا۔

کچھ کہو۔اس نے اصرار کیا تھا۔

کیا کہوں؟

وہی۔

حدید حیران ہوا تھا۔کیا؟

کرسٹینا مسکرائی تھی۔کہ مجھے تمہاری بات پر یقین نہیں آ رہا۔

حدید اسے خاموشی سے دیکھتا رہا۔ہاں مجھے یقین نہیں آ رہا۔چند لمحوں کے بعد اس نے کہا تھا۔

ہاں ٹھیک ہے۔۔۔اور کبھی یقین کرنا بھی مت، پتا ہے کیوں؟ تم یقین کرو گے، اعتبار کرو گے تو میرا عشق اور گہرا ہوتا

جائے گا۔تمہیں پتا ہے یقین محبت کو اندھا کر دیتا ہے اور میں کسی سے اندھی محبت نہیں کرنا چاہتی کم از کم کسی انسان سے تو نہیں۔تم میری بات پر یقین نہیں کرو گے تو مجھے ٹھوکر لگے گی ہر ٹھوکر مجھے سنبھلنے کا موقع دے گی۔ایک بار دو بار نہیں مگر کبھی نہ کبھی تو میں سنبھل جاؤں گی۔

حدید کو پہلی بار وہ لڑکی عجیب لگی تھی بے حد عجیب۔

میں تمہیں۔۔۔۔میں تمہیں سمجھ نہیں پا رہا۔

وہ اس کی بات پر مسکرائی تھی۔سمجھنا چاہتے ہو؟

ہاں!ایک ڈیل کرتے ہیں،تم مجھے سمجھنے کی کوشش کرو۔میں تمہیں سمجھنے کی کوشش کرتی ہوں اور جب ہم ایک دوسرے کو سمجھ لیں گے تو شاید میں کرسٹینا نہ رہوں مگر تم حدید ہی رہو گے۔ایک ماہ تک ہم یہاں آئیں گے چرچ میں لیکن تم اپنی بات کرنا۔میں اپنی بات کروں گی۔تم میرے بارے میں جو پوچھو گے میں بتا دوں گی اور

میں تمہارے بارے میں جو جاننا چاہوں، وہ تم بتا دینا وہ حیرانی سے اسے دیکھ رہا تھا وہ اس کے سامنے جیسے شطرنج کی بساط بچھا رہی تھی یا پھر کوئی جگسا پزل رکھ رہی تھی۔

ایک ماہ کے بعد ہم دوبارہ کبھی نہیں ملیں گے۔ پھر نہ تم مجھے ڈھونڈنے کی کوشش کرنا۔ نہ میں تمہیں ڈھونڈوں گی۔ تم وہ کہنا جو تمہارے دل میں آئے میں وہ کہوں گی جو میرے دل میں آئے گا۔ ہاں اور ایک ماہ تک تم بائیبل پڑھو گے نہ ہی کسی مبلغ کے پاس جاؤ گے۔ صرف قرآن پڑھنا ترجمے کے ساتھ۔ اب میں جا رہی ہوں کل بارہ بجے میں یہاں آ جاؤں گی، کیا تم آؤ گے؟

وہ اب دوبارہ کھڑی ہو کر اس سے پوچھ رہی تھی۔ وہ چپ چاپ اسے دیکھتا رہا۔ وہ اسے جھڑک دینا چاہتا تھا، وہ اس سے کہنا چاہتا تھا کہ وہ اسے رستے سے نہ بھٹکائے، اسے وہاں جانے دے جہاں وہ جانا چاہتا تھا وہ اس سے کہنا چاہتا تھا۔ کہ وہ اس کی زندگی میں مداخلت کیوں کر رہی ہے اسے اس میں کیا دلچسپی ہے؟ وہ اس

سے کیا چاہتی ہے؟ اور حدید نے کہہ دیا تھا۔

ہاں میں آؤں گا۔

وہ ایک بار پھر مسکرائی تھی۔

خدا حافظ۔ وہ مڑ گئی تھی۔

میں آپ کو ڈراپ کر دوں گا۔ آپ کو کہاں جانا ہے؟ وہ بے اختیار اس کے پیچھے آیا تھا۔

نہیں، میں یہ نہیں چاہتی۔

آپ مجھے اپنا کانٹیکٹ نمبر تو دے دیں۔ وہ اس کے ساتھ چلنے لگا تھا۔

تم مجھے اپنا فون نمبر دے دو۔ کرسٹینا نے رک کر اس سے کہا تھا وہ چند لمحے سوچتا رہا پھر اس نے جیب سے والٹ نکال کر ایک

کاغذ اسے تھما دیا تھا۔ کرسٹینا نے دیکھے بغیر کاغذ مٹھی میں دبا لیا۔ وہ اس کے ساتھ چلتا ہوا پارکنگ کی طرف آیا تھا۔ وہاں ابھی بھی بہت سے لوگ کھڑے خوش گپیوں میں مصروف تھے۔

کیتھڈرل کا اگلا حصہ بہت روشن تھا۔ وہ چرچ کے اندر جانے لگی تھی جب اسے اپنے عقب میں حدید کی آواز سنائی دی تھی اس نے مڑ کر دیکھا تھا۔ وہ کچھ جھجکتا ہوا اس کے پاس آیا تھا۔

مجھے ایک بات پوچھنی ہے۔ کیا۔۔۔کیا۔۔۔کیا تمہیں واقعی مجھ سے محبت ہے؟

حدید نے کرسٹینا کی چہرے کی مسکراہٹ کو گہرا ہوتے دیکھا تھا۔نہیں مجھے۔۔۔۔مجھے تم سے عشق ہے۔

اس نے بڑی روانی سے کہا تھا۔ وہ مڑ کر اندر چلی گئی تھی۔ حدید وہیں کھڑا اسے لوگوں کے ہجوم میں گم ہوتے ہوئے دیکھتا رہا۔ اس کا دل چاہا تھا۔ وہ۔۔۔۔وہ اس سے دوبارہ ملے۔

☆

اگلے دن نہ چاہتے ہوئے بھی وہ کیتھڈرل میں موجود تھا۔ وہ سیڑھیوں میں بیٹھی ہوئی تھی۔ سیاہ چادر میں خود کو لپیٹے وہ اپنے بازوؤں میں چہرہ چھپائے ہوئے تھی۔ حدید اس کے پاس چلا گیا تھا۔ قدموں کی چاپ پر اس نے سر اٹھایا تھا حدید نے اس کے چہرے پر ایک خیر مقدمی مسکراہٹ دیکھی تھی۔ وہ اس سے کچھ فاصلے پر سیڑھیوں میں بیٹھ گیا تھا۔

تم نے زندگی میں خدا کو کتنی بار پکارا ہے؟ چند لمحوں کی خاموشی کے بعد اس نے حدید سے پوچھا تھا۔

بہت دفعہ۔

اب وہ اس کے چہرے پر نظریں جمائے ہوئے تھا۔ اور اور اللہ کو؟

حدید اس کے سوال پر حیران ہوا تھا۔کیا؟

تم نے اللہ کو کتنی بار پکارا ہے؟ بڑے سکون اور نرم انداز میں سوال دہرایا گیا تھا۔

کیا خدا اور اللہ میں فرق ہوتا ہے؟ وہ کچھ الجھ گیا تھا۔

اللہ خدا کا ذاتی نام ہے۔اس نام سے پکاریں تو وہ زیادہ قریب محسوس ہوتا ہے۔دوست لگتا ہے۔

حدید نے اس کے چہرے سے نظریں ہٹالی تھیں۔

حدید کل تم کہہ رہے تھے نا کہ تم نے جب بھی اللہ کہ پکارا ہے اس نے تمہاری مدد نہیں کی جب بھی اپنے پیغمبر سے مدد مانگی ہے انہوں نے تمہارا ہاتھ جھٹک دیا ہے۔ساری بات عشق کی ہے جب آپ کو کسی سے عشق ہو اور پھر آپ اسے پکاریں تو یہ ممکن نہیں کہ وہ آپ کی بات نہ سنے مگر تمہیں عشق نہیں تھا۔تمہیں ضرورت تھی اور

تمہارا ہاتھ جھٹک دیا گیا۔ مجھے دیکھو۔ اس دن تمہیں دیکھا تھا۔ پارک میں اور مجھے تم سے عشق ہو گیا۔ عجیب بات ہے نا، پہلی بار دیکھنے پر محبت نہیں عشق ہو گیا اور پھر میں تم سے بات کرنے کے لیے تمہارے پیچھے بھاگی، جیسے پاگل بھاگتے ہیں۔ میرے پاؤں میں جوتا تک نہیں تھا مگر مجھے اس کی پروا نہیں تھی کیونکہ مجھے تو تم سے بات کرنا تھی۔ تمہاری تلاش تھی۔ تم نہیں ملے۔ میرے پاؤں میں کسی کیڑے نے کاٹ لیا۔ ایک ہفتہ تک میں ٹھیک سے چل نہیں سکی میرا پاؤں بینڈ تج میں جکڑا رہا مگر مجھے درد نہیں ہوا۔ صرف تکلیف ہوئی تو اس بات کی کہ مجھے تم نہیں ملے۔ تم میرا عشق تھے۔ ضرورت نہیں، تم تک پہنچنے کے لیے اگر دوبارہ مجھے اسی تکلیف میں سے گزرنا پڑتا تو بھی میں گزرتی، مگر تم دیکھو مجھے اللہ سے محبت تھی تو اللہ نے مجھے تم تک پہنچایا اس نے مجھے تکلیف دی۔ آزمائش میں ڈالا مگر تم تک پہنچایا، میری دعا قبول ہوئی میری بات مانی گئی۔ تم نے یہ کیسے سوچ لیا کہ تمہیں جو تکلیفیں دی گئیں، جن آزمائشوں میں ڈالا گیا، ان کے بعد دوبارہ تمہاری کبھی کوئی دعا قبول نہیں کی جائے گی۔

حدید اسے بے یقینی سے دیکھ رہا تھا۔

مذہب بدلنے سے تمہاری زندگی میں کیا بدل جائے گا۔ تمہارے پاپا واپس آ جائیں گے؟ تمہاری ممی واپس آ جائیں گی؟ وہ دونوں اکٹھے رہنے لگیں گے؟ جو بدنامی تمہارے خاندان کے حصے میں آئی۔ وہ ختم ہو جائے گی؟ ٹینا مل جائے گی تمہیں؟ کیا مذہب بدلنے سے یہ سب ہو جائے گا؟ تو پھر تو پورے ویسٹ کو اپنا مذہب بدل کر مسلم ہو جانا چاہیے۔ کیونکہ گھر تو سب سے زیادہ وہاں ٹوٹتے ہیں، ڈائی ورس وہاں زیادہ ہے۔ وہاں تو ہر روز کوئی نہ کوئی ٹینا کسی نہ کسی حدید کو چھوڑ دیتی ہے اور وہ سب کرسچن ہیں پھر اس کے پاس سکون کیوں نہیں ہے۔ یہ مان لو حدید جو چیزیں تمہارے مقدر میں تھیں اور ہیں وہ تم نہیں بدل سکتے، وہ ہو کر رہیں گی چاہے تم مسلم ہو، کرسچن ہو یا کچھ اور، مذہب سر پر پڑی ہوئی چادر نہیں ہے کہ چادر میں سے دھوپ آنے لگے تو دوسری چادر اوڑھ لی جائے۔ تمہارے ساتھ زندگی میں جو کچھ ہوا وہ تمہارا قصور نہیں تھا۔ تمہارا مقدر تھا اور

مقدر کو قبول کر لینا چاہیے۔مگر یہ ضرور یاد رکھو کہ کچھ دوسرے لوگوں کی غلطیاں تمہارا مقدر بنیں اور تمہیں زندگی میں وہ غلطیاں نہیں کرنی جو کسی دوسرے کا مقدر بن جائیں۔تم سن رہے ہو میں کیا کہہ رہی ہوں۔

کرسٹینا نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا تھا، وہ دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے میں پھنسائے گھٹنوں پر کہنیاں ٹکائے بیٹھا تھا۔اس نے کرسٹینا کو کوئی جواب نہیں دیا تھا صرف ایک نظر اس کی طرف دیکھا تھا۔

تم جانتے ہو، تمہیں کس قدر خوش قسمت بنا کر پیدا کیا گیا ہے، تمہیں، سب سے بہترین مذہب کا پیروکار بنا کر پیدا کیا گیا۔تم پر اتنی بڑی رحمت اتنی بڑی نعمت کسی جدوجہد کے بغیر ہی اتار دی گئی۔

تم نے کبھی اس بارے میں سوچا ہے؟

خدا نے کبھی میرے ساتھ انصاف نہیں کیا۔ وہ بالآخر بولا تھا۔

کیوں صرف اس لیے کہ اس نے تمہیں چند چیزوں سے محروم رکھا، یا محروم کر دیا۔ جن چیزوں سے محروم رکھا۔ انہیں تم انگلیوں کی پوروں پر گن سکتے ہو مگر جو چیزیں اس نے تمہارے مانگے بغیر ہی تمہیں دی دیں۔ انہیں تم انگلیوں کی پوروں پر نہیں گن سکتے۔ اپنی محرومیاں مجھے بتاؤ گے تو چند منٹ لگیں گے اور اگر ان عنایات کا ذکر کرو گے جو اللہ نے تم پر کی ہیں تو تمہیں رات ہو جائے گی اور یہ سب اللہ نے اس وقت دیا جب تم مسلمان ہو۔

کرسٹینا میرے پاس سکون نہیں ہے اور مجھے اس وقت سکون کے علاوہ دنیا کی کسی اور چیز کی ضرورت نہیں ہے۔ جن چیزوں کی تم بات کر رہی ہو مجھے ان کی ضرورت نہیں ہے۔

اور سکون تمہیں مذہب تبدیل کرنے سے مل جائے گا، ہے

نا؟۔ میں کرسچن ہوں مجھے تو نہیں ملا سکون۔ تمہیں کہاں سے ملے گا۔

میں نے بائبل کے کچھ حصے پڑھے ہیں۔ مجھے سکون ملا ہے۔

میں نے پوری بائبل پڑھی ہے۔ مجھے سکون نہیں ملا۔

وہ بے چینی کے عالم میں اس کا چہرہ دیکھتا رہا تھا۔

میں سچ کہہ رہا ہوں کرسٹینا مجھے واقعی سکون ملا۔

تمہیں پتا ہے۔ تمہیں کیوں سکون ملا کیونکہ تم نے سکون کی تلاش میں بائبل کو پڑھا۔ قرآن پاک کو کتنی بار تم نے سکون کی تلاش میں پڑھا قرآن پاک کو ہمیشہ ضرورت کے لیے پڑھا۔ چرچ میں آ کر تمہیں سکون ملا ہوگا کیونکہ یہاں تم صرف سکون کے لیے آئے ہو۔ مسجد میں کتنی بار تم صرف سکون کی تلاش میں گئے وہاں تو

ہمیشہ تم ضرورت کے تحت گئے ہو گے۔

وہ کچھ دیر کچھ نہیں بول سکا، اس کے پاس دلیل تھی اور حدید کے پاس بہانا اور دلیل ہر بہانے کے پرخچے اڑا رہی تھی۔

تم نے بائیبل کو کس زبان میں پڑھا؟

انگلش میں۔

اور قرآن کو؟

اریبک میں۔

تم نے بائیبل کو کس عمر میں پڑھا؟

انیس سال کی عمر میں۔

اور قرآن کو۔

دس سال کی عمر میں۔ وہ چند لمحے خاموشی سے اس کا چہرہ دیکھتی رہی تھی۔

تم نے بائبل کو انیس سال کی عمر میں سکون کے لیے اس زبان میں پڑھا، جسے تم جانتے ہو اور تمہیں لگا کہ تمہیں سکون مل گیا ہے۔ تم نے قرآن کو دس سال کی عمر میں صرف ضرورت کے لیے اس زبان میں پڑھا جسے تم جانتے تک نہیں اور تمہیں لگا کہ تمہیں کچھ نہیں ملا۔ تم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیروکاروں میں سے ہونا؟ تمہیں پتا ہے انہوں نے کیسی زندگی گزاری تھی۔؟ ہم نہیں جانتے اللہ کو ہم سے محبت ہے کہ نہیں مگر اس دنیا کا ایک انسان ایسا ضرور ہے جس کے بارے میں ہم بغیر کسی شبہے کے کہہ سکتے ہیں کہ اللہ کو اس سے محبت ہے اور وہ ہیں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جس انسان سے اللہ نے سب سے زیادہ محبت کی، اسے بھی آزمائشوں سے گزارا۔ تم ماں باپ سے اس وقت محروم ہوئے جب تم ان کے محتاج نہیں رہے تھے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے باپ کی شکل

تک نہیں دیکھی، ان کی ماں اس وقت دنیا سے چلی گئیں جب ماں کی سب سے زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔ تمہارے قدموں میں کسی نے کانٹے نہیں بچھائے ہونگے۔ تمہارے جسم پر کسی نے غلاظت اور کوڑا کرکٹ نہیں پھینکا ہوگا۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مکہ کی گلیوں میں یہی سب ہوتا تھا۔ تم تو ماں باپ کے حوالے سے ہونے والی تھوڑی سی بدنامی سے ڈر گئے۔ انہیں تو پورا مکہ پتا نہیں کیا کیا کہا کرتا تھا۔ تم کہتے ہو، تمہارا خاندان ختم ہو گیا ہے۔ تمہارے رشتے داروں نے تمہارے ساتھ زیادتی کی ہے۔ انہیں تو تین سال تک ایک گھاٹی میں قید کر دیا گیا تھا۔ تم پر کسی نے پتھر نہیں برسائے، ان پر برسائے گئے تھے۔ تمہاری تو کوئی اولاد نہیں ہے، تم نے تو صرف اپنے ماں باپ اپنے ہاتھوں دفنائے ہیں۔ انہوں نے تو اپنی اولادیں، اپنے بیٹے اپنے ہاتھوں دفنائے تھے۔ تمہیں خدا نے کبھی رزق کی کمی کا شکار نہیں کیا۔ انہوں نے تو فاقے بھی کاٹے تھے۔ تم اللہ سے برگشتہ ہو گئے۔ مذہب بدلنے پر تیار ہو گئے۔ مگر انہوں نے اللہ سے شکوہ کیا نہ اسے چھوڑا۔ تمہیں پتا ہے۔ محمد صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم سے اللہ کو اتنی محبت کیوں ہے؟ اسی وجہ سے اللہ کو ان سے محبت ہے۔

حدید نے اس کے گالوں پر پانی بہتے دیکھا تھا۔

میں انسان ہوں، پیغمبر نہیں ہوں۔

محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بعد کوئی اور پیغمبر ہو بھی نہیں سکتا کسی اور پیغمبر کی ضرورت بھی نہیں ہے، تم پیغمبر ہو بھی کیسے سکتے ہو۔ تم تو پیغمبر کے پیروکار بھی نہیں رہنا چاہتے۔

حدید نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر پکڑ لیا تھا۔

جب آج گھر جاؤ گے تو قرآن پاک کا ترجمہ پڑھنا۔ ضرورت کے لیے نہیں، صرف سکون کے لیے پھر کل مجھے بتانا تمھیں سکون ملا، قرآن کہتا ہے آزمائش اور تکلیف کے وقت صبر اور نماز سے کام لو تم بھی یہی کرو، میں کل پھر یہاں آؤں گی، تم آؤ گے نا۔

وہ اس کے کندھے پر ہاتھ رکھے نرم آواز میں پوچھ رہی تھی۔ وہ نہیں جانتا تھا اس کا سر آج بھی کس طرح اثبات میں ہل گیا تھا۔

ہمارے لیے چوبیس گھنٹوں میں پانچ بار اللہ کو یاد کرنا بہت مشکل ہے، لیکن ہم یہ چاہتے ہیں کہ اللہ چوبیس گھنٹوں میں ہر پل ہمارا خیال رکھے۔ ہمیں ہر نقصان سے بچائے، ہمیں ہر اس چیز سے نوازے جس کی ہمیں خواہش ہے۔

اگلے دن وہ ایک بار پھر وہیں موجود تھا اور وہ اس سے کہہ رہی تھی اور وہ چپ چاپ اس کی بات سن رہا تھا۔ اور اگر ان میں سے کوئی ایک چیز بھی نہ ہو تو ہم اللہ سے شکوہ کرنے لگتے ہیں کہ اس نے ہمیں کتنا بدقسمت بنایا ہے۔ اپنی محرومیوں کا ماتم کرتے ہیں۔ یہاں اسی زمین پر کتنے ایسے لوگ ہیں جو اس طرح معذور ہیں کہ ذھن کے علاوہ ان کے جسم کا کوئی حصہ کام نہیں کرتا اور وہ پھر بھی اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں۔ یہاں کتنے ہیں جن کے پورے پورے

خاندان کسی نہ کسی حادثے کا شکار ہو جاتے ہیں۔ وہ پھر بھی صبر کرتے ہیں، اللہ سے سودے بازی نہیں کی جا سکتی۔ اس کو کوئی دلچسپی نہیں کہ تم مسلمان رہتے ہو یا نہیں۔ تمہارے مذہب بدل لینے سے دنیا میں مسلمان ختم تو نہیں ہو جائیں گے۔ محمد (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کے ماننے والوں میں تو کمی نہیں آئے گی، فرق اگر کسی کو پڑے گا تو تم کو پڑے گا۔ نقصان اگر کوئی اٹھا گا تو تم اٹھاؤ گے۔

حدید خاموش رہا تھا۔ وہ بولتی رہی تھی۔ اس نے بہت کچھ کہا تھا۔ بہت سے لفظ اس کے دل اور سماعتوں میں اتارے تھے پھر دوبارہ آنے کا کہہ کر چلی گئی تھی۔ وہ بھی گھر آ گیا تھا۔

رات کو فادر جوشوا نے اسے فون کیا تھا اور اس سے نہ آنے کا سبب پوچھا تھا۔ اس نے طبیعت کی خرابی کا بہانہ بنا دیا تھا۔ وہ اگلے دن بھی ان کے پاس نہیں گیا تھا۔ وہ ایک بار پھر کرسٹینا کے پاس چلا گیا تھا۔

کرسٹینا تم نے مجھے اپنے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔

اس نے اس کی بات سنتے سنتے اس کو ٹوکا تھا۔ وہ خاموش
ہوگئی تھی۔

میرے بارے میں کیا جاننا چاہتے ہو؟ چند لمحوں بعد اس
نے پوچھا تھا۔

تمہارے فیملی بیک گراؤنڈ کے بارے میں؟ حدید نے
اس کے چہرے پر ایک سایہ لہراتے ہو دیکھا تھا۔

میری فیملی مجھے چھوڑ چکی ہے۔ اس نے اسے کہتے سنا تھا۔

حدید اس کی بات پر حیران ہوا تھا۔

کیوں؟

بہت سی وجوہات ہیں۔

تم نے مذہب بدل لیا، کیا اس لیے؟ حدید نے چند لمحوں کی خاموشی کے بعد اس سے پوچھا تھا۔

ہاں۔

پھر اب تم کہاں رہتی ہو؟

ایک ہاسٹل میں۔

اس کی سمجھ میں نہیں آیا، وہ اب اس سے اور کیا پوچھے، چند لمحوں وہ خاموش رہا تھا۔

48page

پھر تم یہاں کیوں آئی ہو؟

یہاں کچھ لوگوں سے واقفیت ہے، وہ ابھی یہ نہیں جانتے کہ میں مذہب تبدیل کر چکی ہوں۔ اس لیے میری مدد کر دیتے ہیں

فنانشلی ۔ مجھے جاب کی بھی تلاش ہے اور شاید یہاں جاب مل جائے۔

حدید سنجیدگی سے اسے دیکھتا رہا تھا۔ اگر ان لوگوں کو تمہارے بارے میں پتہ چل گیا تو؟

میں نہیں جانتی پھر کیا ہوگا۔ میں لاہور سے تعلق نہیں رکھتی۔ ایک چھوٹے سے شہر سے تعلق ہے میرا۔ میری فیملی کو پتہ نہیں ہے کہ میں یہاں ہوں۔

تم خود گھر چھوڑ کر آ گئی ہو؟

ہاں۔ حدید ایک بار پھر خاموش ہو گیا تھا۔ دونوں کے درمیان کوئی اور بات نہیں ہوئی تھی۔

وہ اس شام کچھ بوجھل دل کے ساتھ واپس گھر آیا تھا۔ وہ کرسٹینا کی بے خوفی اور جرأت پر حیران تھا۔ کیا کوئی لڑکی اتنا بڑا

قدم اٹھا سکتی ہے۔ کیا کوئی اتنا ثابت قدم ہوسکتا ہے اور یہ ثابت قدمی اسے میری کتاب نے عطا کی ہے تو کیا مجھے یہ ثابت قدمی اپنی کتاب سے نہیں مل سکتی۔ اس کا ذہن ایک عجیب کشمکش کا شکار تھا۔ ملازم نے اسے فادر جوشوا کے فون کے بارے میں بتایا تھا۔ اس نے چند لمحے خاموشی سے اس کا چہرہ دیکھا تھا اور پھر کہا تھا۔

ان سے کہہ دو، میں گھر پر نہیں ہوں اور اب جب بھی ان کا فون آئے یہی کہنا۔

ملازم نے حیرانی سے اسے دیکھا تھا اور پھر سر ہلا کر چلا گیا تھا وہ جیسے کسی بھنور سے باہر نکل رہا تھا۔

ہاں واقعی اگر ایک عیسائی لڑکی کو میرے دین سے اتنی تقویت مل سکتی ہے کہ وہ اپنا سب کچھ چھوڑ سکتی ہےتو پھر مجھے کیوں نہیں۔ کرسٹینا ٹھیک کہتی ہے، میں نے اللہ کو اس طرح پکارا نہیں ہوگا۔ میرا ایمان کمزور ہوگا، اپنے مذہب کے بارے میں میرا علم سطحی

ہے میں واقعی کبھی بھی ایک اچھا مسلم نہیں رہا۔ مجھ میں بہت سی ایسی خرابیاں ہیں جن پر آج تک میری نظر نہیں گئی۔ میں نے...... میں نے......

آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اسی کی ہے، وہی زندہ کرتا ہے وہی مارتا ہے

اگلے دن وہ اسے ایک صفحے پر لکھا ہوا سورۂ حدید کا ترجمہ سنا رہی تھی۔

اور وہ ہر چیز پر قادر ہے اور تم جہاں کہیں ہو۔ وہ تمہارے ساتھ ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو۔ خدا اسے دیکھ رہا ہے۔

وہ رک گئی تھی۔ اس نے حدید کو دیکھا تھا وہ اس سے نظر چرا گیا تھا۔

اور تم کیسے لوگ ہو کہ خدا پر ایمان نہیں لاتے۔ اس کی آواز

بیحد نرم تھی۔ حالانکہ اس کے پیغمبر تمہیں بلا رہے ہیں کہ اس پر ایمان لاؤ اور تم کو باور ہو وہ تم سے اس کا عہد بھی لے چکے ہیں۔

حدید نے اس کی طرف دیکھا تھا، کرسٹینا اس کی طرف متوجہ نہیں تھی۔

جس دن تم مومن مردوں اور مومن عورتوں کو دیکھو گے کہ ان کے ایمان کا نور ان کے آگے آگے اور داہنی طرف چل رہا ہے۔

حدید نے سر جھکا لیا وہ ٹھہر ٹھہر کر بول رہی تھی۔

تو ان سے کہا جا گا کہ تم کو بشارت ہو کہ آج تمہارے لیے بہشتیں ہیں جن کے تلے نہریں بہہ رہی ہیں۔ ان میں ہمیشہ رہو گے۔ یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔ اس دن منافق مرد اور منافق عورتیں۔

اس کی آواز بھرا گئی تھی۔ وہ رک گئی تھی۔ حدید نے سر اٹھا

کر اسے دیکھا وہ اپنے لرزتے ہوئے ہونٹوں کو بھینچتے ہوئے آنسوؤں پر قابو پانے کی کوشش کررہی تھی۔اس کے ہاتھ میں لرزش تھی۔اس نے کاغذ حدید کی طرف بڑھا دیا۔

باقی تم پڑھو۔بھیگی ہوئی آواز میں اس نے کہا تھا۔

نہیں۔میں تم سے سننا چاہتا ہوں۔

وہ چند لمحے ساکت رہی تھی پھر جیسے خود پر قابو پاتے ہوئے بولنے لگی تھی۔

اس دن منافق مرد اور منافق عورتیں مومنوں سے کہیں گے کہ ہماری طرف نظر کیجیے کہ ہم بھی تمہارے نور سے روشنی حاصل کریں تو ان سے کہا جا گا کہ پیچھے کو لوٹ جاؤ۔

حدید نے اپنے بازوؤں میں چہرہ چھپا لیا تھا۔

اور وہاں نور تلاش کرو پھر ان کے بیچ ایک دیوار کھڑی

کردی جاگی، جس میں ایک دروازہ ہوگا۔ جو اس کے اندرونی جانب ہوتو اس میں تو رحمت ہے اور جو بیرونی جانب ہے اس طرف عذاب ہے تو منافق لوگ مومنوں سے کہیں گے کیا ہم دنیا میں تمہارے ساتھ نہ تھے۔ وہ لوگ کہیں گے، کیوں نہیں، مگر تم نے خود اپنے تئیں بلا میں ڈالا اور ہمارے حق میں حوادث کے منتظر رہے اور اسلام میں شک کیا۔

اس کی آواز اسے اندر تک کاٹ رہی تھی وہ دوبارہ کبھی کسی کو اپنا چہرہ دکھانا نہیں چاہتا تھا۔

اور لا حاصل آرزوؤں نے تم کو دھوکا دیا یہانتکہ خدا کا حکم آن پہنچا اور خدا کے بارے میں شیطان دغا باز دغا دیتا رہا تو آج تم سے معاوضہ نہیں لیا جائے گا اور نہ وہ کافروں سے ہی۔

اس کا پورا وجود موم بن کر پگھل رہا تھا۔ وہ آہستہ آواز میں بولتی جارہی تھی۔

اور نہ کافروں ہی سے قبول کیا جا گا۔تم سب کا ٹھکانہ دوزخ ہے کہ وہی تمہارے لائق ہے اور وہ بری جگہ ہے اور جو لوگ خدا اور اس کے پیغمبر پر ایمان لائے۔ یہی اپنے پروردگار کے نزدیک صدیق اور شہید ہیں ان کے لیے ان کے اعمال کا صلہ ہوگا اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا وہی اہل دوزخ ہیں۔وہ تمہارے لیے روشنی کر دے گا جس میں چلو گے اور وہ تم کو بخش دے گا اور خدا بخشنے والا ،مہربان ہے۔

وہ خاموش ہوگئی تھی۔حدید بازوؤں میں سر چھپا بیٹھا رہا تھا۔چاروں طرف ایک عجیب سا سناٹا پھیلا ہوا تھا۔ہوا سے ملنے والے پتوں کی سرسراہٹ کے علاوہ وہاں کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا۔

بہت دیر بعد حدید نے سر اٹھایا تھا۔کرسٹینا نے اس کے چہرے کو آنسوؤں سے تر دیکھا تھا۔

اگر میں واپس جانا چاہوں تو؟ اگر مجھے۔۔۔۔۔۔اگر مجھے اپنے کیے پر افسوس ہو تو؟ اگر میں۔۔۔۔۔اللہ سے معافی مانگنا چاہوں تو؟ اگر۔۔۔۔۔اگر میں پچھتاوے کا اظہار کروں تو۔۔۔۔۔؟ کیا ہو گا کرسٹینا کیا اللہ مجھے معاف کر دے گا؟

اس نے لڑکھڑاتی ہوئی آواز میں اس سے پوچھا تھا۔

ہاں۔وہ تمہیں معاف کر دے گا۔وہ تمہارے لیے روشنی کر دے گا جس میں چلو گے اور وہ تمہیں بخش دے گا اور خدا بخشنے والا، مہربان ہے۔

تو پھر میں، میں دوبارہ کبھی یہ گناہ نہیں کروں گا۔ میں دوبارہ کبھی یہ سب نہیں کروں گا۔ میں مرتے دم تک مسلمان ہی رہوں گا۔میں اب کسی چیز کے گم ہونے پر خدا سے شکوہ نہیں کروں گا۔بس تم میرے لیے اللہ سے دعا کرنا کہ وہ مجھے معاف کر دے۔

وہ بھرائی ہوئی آواز میں کہتا گیا تھا۔

میں اپنی تعلیم مکمل کرنے کے لیے باہر جانا چاہتا ہوں کچھ
پراپرٹی میں بیچ چکا ہوں۔باقی چند دنوں میں بیچ دوں گا۔

اگلے دن وہ بیحد پرسکون تھا۔ٹھہرے ہوئے لہجے میں وہ
اسے اپنے آئندہ پروگرام کے بارے میں بتا رہا تھا۔وہ سنتی جا رہی
تھی بات کرتے کرتے وہ اچانک رک گیا۔

تمہارا نام کیا اب بھی کرسٹینا ہی ہے۔

نہیں میرا نام ثانیہ ہے۔اس نے حدید کو بتایا تھا۔

مگر سب یہاں مجھے کرسٹینا کے نام سے ہی جانتے ہیں۔

میں تم سے باہر جانے کے بعد بھی کانٹیکٹ رکھنا چاہتا ہوں
تم مجھے کوئی ایڈریس بتاؤ۔کوئی فون نمبر؟

ثانیہ کچھ دیر اس کا چہرہ دیکھتی رہی تھی۔

تم دارالکلام آ کر میرے بارے میں پوچھ سکتے ہو۔رابطہ بھی کر سکتے ہو۔

اس نے حدید کو ایک ایڈریس لکھوا دیا تھا۔حدید نے اس کا ایڈریس نوٹ کرلیا تھا۔

میں باہر جا کر تمہیں اپنا ایڈریس بھجوا دوں گا،کیا میں توقع رکھوں کہ تم میرے ساتھ رابطہ رکھو گی؟

اس نے والٹ جیب میں رکھتے ہو اس سے پوچھا تھا اس نے سر ہلا دیا۔

اگلے ایک ہفتہ میں اس نے اپنی باقی پراپرٹی بھی بیچ دی تھی۔اپنے نانا کو اس نے اپنی آمد کی اطلاع دے دی تھی اور سیٹ کنفرم کروانے کے بعد وہ آخری بار کرسٹینا سے ملنے گیا تھا۔

میں کل واپس جا رہا ہوں۔اس نے کرسٹینا کو بتایا تھا۔

وہ خاموش رہی تھی۔ کچھ دیر تک اس نے بھی کچھ نہیں کہا تھا۔ حدید نے اپنی جیب سے ایک چیک نکال کر اس کی طرف بڑھایا تھا وہ حیران ہوئی تھی۔

یہ کچھ روپے ہیں، یہ بہت زیادہ نہیں ہیں، مگر اتنے ضرور ہیں کہ تمہیں کافی عرصے تک کسی سے مدد نہیں لینی پڑے گی۔ تم مسلمان ہو چکی ہو تو تمہیں مسلمان بن کر رہنا چاہی۔

کرسٹینا نے ہاتھ نہیں بڑھایا تھا۔ مجھے روپے کی ضرورت نہیں ہے میری جاب کا انتظام ہو چکا ہے۔ اب مجھے کوئی پرابلم نہیں ہو گی۔

پھر بھی میں چاہتا ہوں۔ یہ چیک تم لے لو۔ تمہیں اس کی ضرورت پیش آ سکتی ہے۔ حدید مجھے ضرورت نہیں ہے، مجھے تم سے روپیہ نہیں چاہیے۔

اس بار اس نے عجیب سے لہجے میں کہا تھا حدید کچھ مایوس

ہوا تھا اس نے اپنا ہاتھ پیچھے کر لیا تھا خاموشی کا ایک اور طویل وقفہ ان کے درمیان آیا تھا۔

کیا تم دو سال میرا انتظار کر سکتی ہو؟

اس نے کرسٹینا کو چونکتے دیکھا تھا انتظار؟

تم نے کہا تھا، تم مجھ سے محبت کرتی ہو ہم دونوں اکٹھے اچھی طرح زندگی گزار سکتے ہیں دو سال بعد میں واپس آ کر تم سے شادی کر لوں گا وہ اس سے کہہ رہا تھا۔ تم میرے بارے میں بہت کم جانتے ہو۔

مجھے کچھ نہیں جاننا، میرے لئے اتنا کافی ہے کہ میں تم سے محبت کرتا ہوں

وہ اس کی بات پر اس کا چہرہ بہت غور سے دیکھتی رہی تھی۔

کیا تم دو سال میرا انتظار کر سکتی ہو؟ وہ ایک بار پھر پوچھ رہا

تھا۔

ہاں، وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا، کرسٹینا نے اس کے چہرے پر ایک مسکراہٹ نمودار ہوتے دیکھی تھی کچھ دیر تک وہ کچھ کہے بغیر اس کے پاس کھڑا رہا تھا پھر کرسٹینا نے اسے سیڑھیوں سے اترتے دیکھا تھا آہستہ آہستہ وہ مڑ کر اس کی نظروں سے اوجھل ہو گیا تھا کرسٹینا نے اسے سیڑھیوں سے اترتے دیکھا تھا آہستہ آہستہ وہ مڑ کر اس کی نظروں سے اوجھل ہو گیا تھا کرسٹینا نے ایک گہری سانس لے کر اپنا چہرہ ہاتھوں سے ڈھانپ لیا۔

لندن میں آ کر پہلا کام جو اس نے کیا تھا وہ کرسٹینا کو خط لکھنے کا تھا۔

ثانیہ!

پچھلے چند ہفتوں میں میری زندگی میں بہت کچھ بدل گیا ہے اگلے چند ہفتوں میں مجھے کچھ اور تبدیلیوں سے گزرنا ہے زندگی

میں پہلی بار مجھے ان تبدیلیوں سے خوف نہیں آ رہا زندگی میں پہلی بار مجھے یوں لگ رہا ہے جیسے میں زمین پر کھڑا ہوں کسی خلا میں نہیں ہوں تم نے مجھے قرآن پاک پڑھنے کے لئے کہا تھا آج یہاں آنے کے بعد جب میں نے قرآن پاک پڑھنا شروع کیا تو پہلی آیت وہ تھی جس کا ترجمہ چند دن پہلے تم نے مجھے سنایا تھا میرے لئے واقعی میرا اللہ کافی ہے ابھی چند دن مجھے خود کو دریافت کرنے میں لگیں گے، اس کے بعد تمہیں بتاؤں گا کہ اپنے دین کو جاننا شروع کرنے کے بعد مجھے کیسا لگ رہا ہے۔

مجھے اپنی دعاؤں میں یاد رکھنا۔

محمد حدید۔

یہ آخری خط نہیں تھا جو اس نے ثانیہ کو لکھا تھا ہر ہفتے وہ اسے خط پوسٹ کر دیتا چاہے پہلے خط کا جواب آیا ہوتا یا نہیں کئی مہینوں تک یہ سلسلہ چلتا رہا تھا ثانیہ اس کے خطوں کا جواب بہت باقاعدگی

سے دیتی رہی تھی۔

پھر تقریبا آٹھ، نو ماہ کے بعد اس نے حدید کو لکھا تھا کہ وہ کسی دوسرے شہر شفٹ ہو رہی ہے، اسلئے وہ آئندہ اسے اس ایڈریس پر خط نہ لکھے، وہ کچھ عرصہ تک اسے اپنا نیا ایڈریس بھجوا دے گی چند ماہ تک حدید اسے خط لکھے بغیر اس کے خط کا انتظار کرتا رہا تھا پھر اسے ثانیہ کا خط ملا تھا۔

اس میں حدید سے اتنی دن تک خط نہ لکھنے کے لئے معذرت کی گئی تھی اور یہ بتایا گیا تھا کہ ابھی تک اسے رہائش کے لئے کوئی مناسب جگہ نہیں ملی اس نے یہ بھی لکھا تھا کہ وہ اپنے اگلے خط میں اسے اپنا ایڈریس بھجوائے گی۔

اگلے خط میں اسے ایک ایڈریس بھجوا دیا گیا تھا حدید مطمئن ہو گیا تھا ایک بار پھر اس نے ثانیہ کو خط لکھنے شروع کر دیے تھے مگر اس کے خطوں کے جواب آنا بہت کم ہو گئے تھے پھر یہ سلسلہ مکمل

طور پر بند ہو گیا تھا وہ چند ماہ کافی پریشان رہا تھا مگر پھر اس نے یہ سوچ کر خود کو دلاسہ دے لیا تھا کہ دو سال مکمل ہونے ہی والے ہیں وہ چھٹیوں میں پاکستان جائے گا اور ثانیہ سے ملے گا۔

چوکیدار نے اسے اندر آفس میں پہنچا دیا تھا برادرم مالکم نے آنے والے کو غور سے دیکھتے ہوئے اس سے ہاتھ ملایا اور بیٹھنے کے لئے کہا تھا۔

میرا نام حدید ہے، میں ایک لڑکی کا پتا کرنے آیا ہوں اس کا نام کرسٹینا ہے اور وہ ......حدید نے کرسٹینا کی بتائی ہوئی ساری معلومات دہرانی شروع کی تھیں۔

ہاں وہ تقریباً ایک سال پہلے یہاں رہتی تھیں مگر پھر یہاں سے چلی گئیں برادرم مالکم نے اس سے کہا تھا۔

ہاں میں جانتا ہوں اور میں اس ایڈریس پر بھی گیا تھا جو انہوں نے مجھے بھجوایا تھا مگر وہ اس ہاسٹل میں نہیں ہیں وہ صرف چند

دن وہاں رہی تھیں پھر وہاں سے کہیں اور چلی گئیں میں نے سوچا، شائد وہ یہاں واپس آ گئی ہوں یا آپ مجھے ان کے بارے میں کچھ بتا سکیں۔

حدید نے تفصیل سے انہیں بتایا تھا، برادرم مالکم خاموش ہو گئے تھے چند لمحے خاموش رہنے کے بعد انہوں نے کہا۔

آپ کے لئے یہ بڑی شاکنگ نیوز ہو گی لیکن یہاں سے جانے کے کچھ عرصہ بعد ہمیں پتہ چلا تھا کہ ایک ایکسیڈنٹ میں کرسٹینا کی ڈیتھ ہو گئی۔

حدید سکتے میں آ گیا تھا شاید اسی وجہ سے وہ دوبارہ آپ سے رابطہ نہیں کر سکیں۔

آپ کیسے کہتے ہیں کہ وہ......حدید اپنی بات مکمل نہیں کر پایا، برادر مالکم نے ہمدردی سے اسے دیکھا تھا۔

ان کی ایک دوست نے بتایا تھا وہ دونوں ہاتھ ٹیبل پر جمائے برادر مالکم کو بے یقینی کے عالم میں دیکھتا رہا۔

آپ ان کے کیا لگتے ہیں؟

برادرم مالکم نے اس سے پوچھا تھا اس کا ذہن بالکل ماؤف ہو چکا تھا وہ بے تاثر چہرے کے ساتھ برادرم مالکم کو دیکھتا رہا۔

کیا آپ مجھے اس کی قبر کے بارے میں بتا سکتے ہیں وہ یکدم جیسے بہت تھک گیا تھا۔

نہیں ہم اس بارے میں کچھ نہیں جانتے ان کے مرنے کے کافی دنوں بعد ہمیں پتہ چلا تھا۔

اس دوست کا پتہ بتا سکتے ہیں؟ وہ کچھ بے چین ہو گیا تھا

وہ شادی کے بعد پاکستان سے باہر جا چکی ہیں پہلے ان کی

فیملی کو ٹریس آؤٹ کرنا پڑے گا اور پھر انہیں، مگر یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ بھی آپ کو کرسٹینا کے بارے میں کچھ بتا پائیں۔ ہوسکتا ہے انہوں نے بھی کسی سے اس بارے میں سنا ہو بہتر یہی کہ آپ ان کے لئے دعا کریں۔

وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا اگر کبھی آپ کو کرسٹینا کے بارے میں کچھ پتا چلے تو مجھے اطلاع دے دیجیے گا برادرم مالکم سے ہاتھ ملاتے ہوئے اس نے درخواست کی تھی انہوں نے اسے تسلی دی تھی۔

دارالکلام سے باہر آتے ہوئے وہ بے حد افسردہ تھا سڑک کے کنارے چلتے ہوئے اسے دو سال پہلے کے سارے واقعات یاد آ رہے تھے۔

کسی بھی چیز کے ختم ہونے سے زندگی ختم نہیں ہوتی، ہر بار کسی چیز کے کھونے پر اللہ سے شکوہ کرنے کے بجائے اس کا شکریہ

ادا کرنا کہ اس نے تم سے صرف ایک چیز لی، سب کچھ نہیں لے لیا۔

دو سال پہلے کہے گئے اس کے الفاظ حدید کے کانوں میں گونج رہے تھے انگلینڈ میں گزارے جانے والے دو سال میں وہ اپنی آئندہ کی بیس سالہ زندگی پلان کر چکا تھا ثانیہ کے ساتھ رابطہ ٹوٹنے کے باوجود وہ اس کے ذہن سے محو نہیں ہوئی تھی اس نے دو سال انگلینڈ میں ہوتے ہوئے بھی ثانیہ کے قریب گزارے تھے وہ جیسے ہر وقت اس کے قریب ہوتی تھی اس کی آواز ہر لمحہ اس کی سماعتوں میں گونجتی رہتی تھی اور اب سب کچھ ایک بار پھر بکھر گیا تھا۔

سارے خواب، سارے منصوبے، ساری خواہشات ایک بار پھر ختم ہو گئی تھیں مگر عجب بات یہ تھی کہ اس بار اسے پہلے اسے پہلے کی طرح اللہ سے شکوہ نہیں ہوا تھا اسے شاک لگا تھا وہ ہرٹ بھی ہوا تھا مگر دو سال پہلے والی فرسٹریشن اور ڈپریشن نے اسے اپنے حصار میں نہیں لیا تھا۔

ایک اور آزمائش میرے سامنے آئی ہے اور اس بار آزمائش میں مجھے صبر اور استقامت سے کام لینا ہے اس بار مجھے شکوہ نہیں شکر ادا کرنا ہے۔

ہوٹل کے کمرے میں نماز پڑھنے کے بعد اپنا سامان پیک کرتے ہوئے اس نے سوچا تھا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ قیامت کے دن لوگ جن کی دنیا میں تمام خواہشات پوری ہوئی ہیں ان لوگوں پر خدا کا انعام و اکرام دیکھیں گے جن کی دنیا میں خواہشات پوری نہیں ہوئیں تو وہ دھاڑیں مار مار کر روئیں گے اور خواہش کریں گے کہ کاش دنیا میں انہیں بھی کچھ نہ ملتا۔

اس کی سماعتوں میں ایک بار پھر ایک آواز لہرائی تھی۔

اور میں اسی لئے صبر کروں گا اس نے زیرلب کہا تھا۔

اور میں اللہ سے دعا کروں گا کہ تم سے ہونے والی ہر غلطی کو معاف کردے اور تمہیں ان نیکیوں لیے اگلی دنیا میں بہت کچھ دے جو تم نے یہاں اس دنیا میں میرے جیسے لوگوں کے ساتھ کی ہیں۔"

اس نے آنکھیں بند کرتے ہوئے چہرے کو ہاتھوں سے ڈھانپ لیا تھا۔

☆☆☆

اختتام حصہ اول

کیا آپ اس مشن میں تھوڑی سی مدد کر سکتے ہیں؟